مجلس انصاراللہ یوکے کا علمی، تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

تبوک۔اخاء 1392ہش جلد10 نمبر5 ستمبر۔اکتوبر2013



سالانہ اجتماع مجلس انصاراللہ۔یوکے 2013

انصارالدین

جلد 10 نمبر 5 ستمبر و اکتوبر 2013ء

فہرست مضامین

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

صدر مجلس انصاراللہ
چودھری وسیم احمد

مدیر اعلیٰ: **ڈاکٹر شمیم احمد**

مدیر: **محمود احمد ملک**

نائبین: حبیب الرّحمٰن غوری، صفدر حسین عباسی، عبدالحفیظ شاھد

مینیجر: محمود علی مرزا

ترسیل: فیاض احمد ملھی (انچارج)
میاں اخلاق احمد، رانا ظھور احمد، سعادت جان

تحریک جدید اور وقف جدید

کا سال ختم ہونے والا ہے۔
کیا آپ اس سال کے لئے اپنا وعدہ مکمل طور پر ادا کر چکے ہیں؟
اگر ابھی تک آپ نے اپنے وعدہ کی ادائیگی نہیں کی تو
براہ کرم جلد توجہ فرمائیں۔

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

درس القرآن

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ﴾ (آل عمران:39)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: "قرآن کریم میں سورۃ بقرہ میں جہاں پہلا رکوع شروع ہوتا ہے وہاں متقی کی نسبت فرمایا ہے ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ﴾ یعنی جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔ یہ تو پہلے رکوع کا ذکر ہے۔ پھر اسی سورۃ میں کئی جگہ انفاق فی سبیل اللہ کی بڑی بڑی تاکیدیں آئی ہیں۔...... پس تم حقیقی نیکی نہیں پا سکو گے جب تک تم مال سے خرچ نہیں کرو گے۔ ﴿مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ کے معنے میرے نزدیک مال ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ﴾ (العادیات:9) انسان کو مال بہت پیارا ہے۔ پس حقیقی نیکی پانے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی پسندیدہ چیز مال میں سے خرچ کرتے رہو۔ (حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 501-500)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ربّ کے حوالے سے یہ حدیث بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "اے آدم کے بیٹے تُو اپنا خزانہ میرے پاس جمع کر کے مطمئن ہو جا، نہ آگ لگنے کا خطرہ، نہ پانی میں ڈوبنے کا اندیشہ اور نہ کسی چور کی چوری کا ڈر۔ میرے پاس رکھا گیا خزانہ مَیں پورا تجھے دوں گا اس دن جبکہ تُو اس کا سب سے زیادہ محتاج ہوگا"۔ (طبرانی)

دیکھیں کتنا سستا سودا ہے۔ آج اس طرح خزانے جمع کروانے کا کسی کو ادراک ہے، شعور ہے تو صرف احمدی کو ہے۔ وہ جو اللہ تعالیٰ کی اس تعلیم کو سمجھتا ہے کہ ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ:272) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اللہ میاں کے دینے کے بھی کیا طریقے ہیں کہ جو اچھا مال بھی تم اس کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا لوٹائے گا۔ بلکہ دوسری جگہ فرمایا کہ کئی گنا بڑھا کر لوٹایا جائے گا۔ تم سمجھتے ہو کہ پتہ نہیں اس کا بدلہ ملے بھی کہ نہ ملے۔ فرمایا اس کا بدلہ تمہیں ضرور ملے گا بلکہ اس وقت ملے گا جب تمہیں اس کی ضرورت سب سے زیادہ ہوگی، تم اس کے سب سے زیادہ محتاج ہو گے۔ اس لئے یہ وہم دل سے نکال دو کہ تم پر کوئی ظلم ہوگا۔ ہرگز ہرگز تم پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی ضمانت ہے کہ تمہیں کیا پتہ تم سے کیا کیا اعمال سرزد ہونے ہیں، کیا کیا غلطیاں اور کوتاہیاں ہو جانی ہیں۔ لیکن اگر تم نیک نیتی سے اس کی راہ میں خرچ کرو گے تو یہ ضمانت ہے کہ اعمال کے پلڑے میں جو بھی کمی رہ جائے گی تو چونکہ تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوگا تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ تم پر ظلم ہو، اس وقت کمیوں کو اسی طرح پورا کیا جائے گا اور کبھی ظلم نہیں ہوگا۔

حدیث النبی ﷺ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن حساب کتاب ختم ہونے تک انفاق فی سبیل اللہ کرنے والا اللہ کی راہ میں خرچ کئے ہوئے اپنے مال کے سایہ میں رہے گا"۔ (مسند احمد بن حنبل)

لیکن شرط یہ ہے کہ یہ خرچ کیا ہوا مال پاک مال ہو، پاک کمائی میں سے ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اتنے اجر اگر لینے ہیں اور اپنے مال کے سائے میں رہنا ہے تو گندے سے تو اللہ تعالیٰ ایسے اعلیٰ اجر نہیں دیا کرتا۔ اور جن کا مال گندہ ہوا یسے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے نہیں ہوتے اور اگر کہیں خرچ کر بھی دیں۔ اگر لاکھ روپیہ جیب میں ہے اور ایک روپیہ نکال کر دے بھی دیں گے تو پھر سو آدمیوں کو بتائیں گے کہ مَیں نے یہ نیکی کی ہے۔ لیکن نیک لوگ، دین کا درد رکھنے والے لوگ، جن کی کمائی پاک ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور پھر کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بھی ان کی بڑی قدر کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک کھجور بھی پاک کمائی میں سے اللہ کی راہ میں دی۔ اور اللہ تعالیٰ پاک چیز کو ہی قبول فرماتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کھجور کو دائیں ہاتھ سے قبول فرمائے گا اور اسے بڑھاتا چلا جائے گا یہاں تک کہ وہ پہاڑ جتنی ہو جائے گی۔ جس طرح تم میں سے کوئی اپنے چھوٹے سے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک بڑا جانور بن جاتا ہے۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

آج جماعت میں ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ان کے بزرگوں نے تکلیفیں اٹھا کر اپنی پاک کمائی میں سے جو قربانیاں کیں اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلوں کے اموال ونفوس بے انتہا برکت ڈالی۔

پھر روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: "مَیں نے مسجد نبوی کے منبر پر رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: "اے لوگو! جہنم کی آگ سے بچو اگرچہ تمہارے پاس کھجور کا آدھا ہی ٹکڑا ہو، وہی دے کر آگ سے بچو۔ اس لئے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا انسان کی کجی کو درست کرتا ہے۔ بُری موت مرنے سے بچاتا ہے اور بھوکے کا پیٹ بھرتا ہے"۔ (ترغیب بحوالہ ابو یعلی وبزار)

تو اللہ تعالیٰ کی خاطر کی ہوئی قربانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس دنیا میں بھی راستے سے بھٹکنے سے بچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے شخص سے ایسے اعمال سرزد ہوتے ہیں جن سے اس کا انجام بھی بخیر ہو۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اَلشُّحُّ یعنی بخل سے بچو! یہ بخل ہی ہے جس نے پہلی (قوموں) کو ہلاک کیا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۵۹ مطبوعہ بیروت)

الحمدللہ! کہ آج جماعت میں ایسے لاکھوں افراد مل جاتے ہیں جو بخل تو علیحدہ بات ہے اپنے اوپر تنگی وارد کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہیں۔

کلام الامام علیہ السلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَیں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا جو اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اس سے دُور ہو جاتا ہے (یعنی کنجوسی اس سے دور ہو جاتی ہے) جیسا کہ روشنی سے تاریکی دُور ہو جاتی ہے"۔ (تبلیغ رسالت۔ جلد دہم صفحہ ۵۵)

پھر فرمایا: "قوم کو چاہئے کہ ہر طرح سے اس سلسلہ کی خدمت بجا لاوے۔ مالی طرح پر بھی خدمت کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں چاہئے۔ دیکھو دنیا میں کوئی سلسلہ بغیر چندہ کے نہیں چلتا۔ رسول کریم ﷺ، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سب رسولوں کے وقت چندے جمع کئے گئے۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے۔ اگر یہ لوگ التزام سے ایک ایک پیسہ بھی سال بھر میں دیویں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا تو اُسے جماعت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے"۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۵۸۔ ۳۵۹ جدید ایڈیشن)

حضرت خلیفہ اوّل کا واقعہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے بارہ میں لکھا ہے لیکن ہر دفعہ پڑھنے سے ایمان میں ایک تازگی پیدا ہوتی ہے اور قربانی کی ایک نئی روح پیدا ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"اگر مَیں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔ ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں:

"مَیں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیرو مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو مَیں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمایئے کہ یہ ادنیٰ خدمت بجا لاؤں کہ ان کی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔ حضرت پیرو مرشد نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے۔ میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے۔ پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپ کی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو"۔ (فتح اسلام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۵۔ ۳۶) (یعنی پیسے بھی دے رہے ہیں اور فرمایا کہ اس کے بعد جو آمد ہو وہ بھی اسی کام کو جاری رکھنے کے لئے خرچ ہو)۔

نوٹ: صفحات 2 و 3 پر مندرجہ مواد حضور انور ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ 9 جنوری 2004ء سے لیا گیا ہے

فرمودات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی قربانی کا ایک واقعہ ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ "ایک دفعہ اوّل زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لدھیانہ میں کسی ضروری تبلیغی اشتہار کے چھپوانے کے لئے ساٹھ روپے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت حضرت صاحب کے پاس اس رقم کا انتظام نہیں تھا اور ضرورت فوری اور سخت تھی۔ منشی صاحب کہتے تھے کہ میں اس وقت حضرت صاحب کے پاس لدھیانہ میں اکیلا آیا ہوا تھا۔ حضرت صاحب نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اس وقت یہ اہم ضرورت درپیش ہے۔ کیا آپ کی جماعت اس رقم کا انتظام کر سکے گی۔ میں نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ کر سکے گی۔ اور میں جا کر روپے لاتا ہوں۔ چنانچہ میں فوراً کپورتھلہ گیا۔ اور جماعت کے کسی فرد سے ذکر کرنے کے بغیر اپنی بیوی کا ایک زیور فروخت کر کے ساٹھ روپے حاصل کئے اور حضرت صاحب کی خدمت میں لا کر پیش کر دیئے حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور جماعت کپورتھلہ کو (کیونکہ حضرت صاحب یہی سمجھتے تھے کہ اس رقم کا جماعت نے انتظام کیا ہے) دعا دی۔ چند دن کے بعد منشی اروڑا صاحب بھی لدھیانہ گئے تو حضرت صاحب نے ان سے خوشی کے لہجہ میں ذکر فرمایا کہ "منشی صاحب اس وقت آپ کی جماعت نے بڑی ضرورت کے وقت امداد کی"۔ منشی صاحب نے حیران ہو کر پوچھا "حضرت کون سی امداد؟ مجھے تو کچھ پتہ نہیں" حضرت صاحب نے فرمایا۔ "یہی جو منشی ظفر احمد صاحب جماعت کپورتھلہ کی طرف سے ساٹھ روپے لائے تھے"۔ منشی صاحب نے کہا "حضرت! منشی ظفر احمد صاحب نے مجھ سے تو اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی جماعت سے ذکر کیا۔ اور میں ان سے پوچھوں گا کہ ہمیں کیوں نہیں بتایا"۔ اس کے بعد منشی اروڑا صاحب میرے پاس آئے اور سخت ناراضگی میں کہا کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی اور تم نے مجھ سے ذکر نہیں کیا۔ میں نے کہا منشی صاحب تھوڑی سی رقم تھی اور میں نے اپنی بیوی کے زیور سے پوری کر دی۔ اس میں آپ کی ناراضگی کی کیا بات ہے۔ مگر منشی صاحب کا غصہ کم نہ ہوا اور وہ برابر یہی کہتے رہے کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی تھی اور تم نے یہ ظلم کیا کہ مجھے نہیں بتایا۔ پھر منشی اروڑا صاحب چھ ماہ تک مجھ سے ناراض رہے۔ اللہ! اللہ! یہ وہ فدائی لوگ تھے جو حضرت مسیح موعود مہدی معہود کو عطا ہوئے۔ ذرا غور فرمائیں کہ حضرت صاحب جماعت سے امداد طلب فرماتے ہیں مگر ایک اکیلا شخص اور غریب شخص اٹھتا ہے اور جماعت سے ذکر کرنے کے بغیر اپنی بیوی کا زیور فروخت کر کے اس رقم کو پورا کر دیتا ہے۔ اور پھر حضرت صاحب کے سامنے رقم پیش کرتے ہوئے یہ ذکر نہیں کرتا کہ یہ رقم میں دے رہا ہوں یا کہ جماعت۔ تا کہ حضرت صاحب کی دعا ساری جماعت کو پہنچے۔ اور اس کے مقابل پر دوسرا فدائی یہ معلوم کر کے کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی اور میں اس خدمت سے محروم رہا۔ ایسا پیچ و تاب کھاتا ہے کہ اپنے دوست سے چھ ماہ تک ناراض رہتا ہے کہ تم نے حضرت صاحب کی اس ضرورت کا مجھ سے ذکر کیوں نہیں کیا۔

مجلس انصاراللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع کا بابرکت انعقاد

مجلس انصاراللہ برطانیہ کو خدا تعالیٰ کے فضل سے امسال اپنا اکتیسواں سالانہ اجتماع منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔ یہ اجتماع اپنی تمام تر بابرکت روایات کے ساتھ بتاریخ 27 تا 29 ستمبر 2013ء بروز جمۃ المبارک، ہفتہ اور اتوار، مسجد بیت الفتوح مورڈن میں منعقد ہوا۔

پہلا روز۔27 ستمبر 2013ء

پہلے روز مسجد بیت الفتوح مورڈن میں نماز تہجد کی باجماعت ادائیگی کے ساتھ اجتماع کے پروگرام کا آغاز ہوا۔ نماز فجر کے بعد قرآن کریم کا درس دیا گیا۔ صبح آٹھ بجے ناشتہ پیش کیا گیا۔ اسی دوران مجلس شوریٰ کے لئے نمائندگان اور زائرین کی رجسٹریشن کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ مجلس شوریٰ میں 309 نمائندگان اور مرکزی عاملہ کے افراد شامل ہوئے۔ یہ مجلس انصاراللہ برطانیہ کی 22ویں سالانہ مجلس شوریٰ تھی۔ پروگرام کا آغاز مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب، صدر مجلس، کی زیرصدارت تلاوت قرآن کریم اور آیات کریمہ کے انگریزی ترجمہ سے ہوا۔ جس کے بعد مکرم صدر مجلس نے حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کی روشنی میں مجلس شوریٰ کے مقاصد اور نمائندگان کی ذمہ داریاں بیان کیں۔ بعد ازاں گزشتہ سال کی منظور شدہ تجاویز پر عملدرآمد کی رپورٹس متعلقہ قائدین نے پیش کیں۔ پھر قائد عمومی نے ایسی تجاویز پڑھ کر سنائیں جو بوجوہ امسال مجلس شوریٰ میں مشورہ کے لئے پیش نہیں کی گئیں۔ اس کے بعد تین سب کمیٹیاں تشکیل دی گئیں جن کا تعلق تربیت، جنرل اور مال سے تھا۔ اس کے بعد ایک خصوصی اجلاس حضور انور ایدہ اللہ کی ہدایت پر مکرم رانا مشہود احمد صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ یوکے کی زیرصدارت منعقد ہوا جس میں آئندہ دو سال کی میعاد کے لئے صدر مجلس اور نائب صدر صف دوم کا انتخاب کروایا گیا۔ انتخاب کی باقاعدہ کارروائی سے قبل حاضرین کو حضور انور ایدہ اللہ کا وہ اہم خطاب سنوایا گیا جو حضور انور جماعت احمدیہ برطانیہ کی مجلس شوریٰ کے اختتامی اجلاس میں ارشاد فرمایا تھا۔

دوپہر کے کھانے اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے فوراً بعد سب کمیٹیوں کے اجلاسات شروع ہوئے اور بعد ازاں طاہر ہال میں دوبارہ اجتماعی کارروائی کا آغاز ہوا جس میں سب کمیٹیوں کے چیئر مین نے اپنی رپورٹس پیش کیں اور نمائندگان نے بحث کے بعد ان کے بارے میں اپنی رائے دی۔ مجلس شوریٰ کی سفارشات سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں بھجوائی جائیں گی اور حضور انور کی منظوری و ہدایت کے مطابق اُن سفارشات پر عملدرآمد کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

مکرم صدر مجلس کے مختصر خطاب کے ساتھ ہی شام ساڑھے چھ بجے مجلس شوریٰ کی کارروائی دعا کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچی۔

سالانہ اجتماع کے لئے رجسٹریشن کا آغاز شام چار بجے سے کیا جا چکا تھا۔ نماز مغرب وعشاء کے بعد جھنڈا لہرانے کی تقریب ہوئی۔ مکرم رفیق احمد حیات صاحب، امیر جماعت احمدیہ برطانیہ، نے ''لوائے انصاراللہ'' اور مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب، صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ، نے برطانیہ کا قومی پرچم لہرایا۔ جس کے بعد مکرم امیر صاحب نے دعا کروائی۔ افتتاحی اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور اس کے ترجمہ سے ہوا۔ صدر مجلس نے عہد دہرایا۔ نظم کے بعد مکرم امیر صاحب کا افتتاحی خطاب ہوا۔ جس کے بعد مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب ایڈیشنل ناظر تعلیم القرآن صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے ''ذکر حبیب'' کے موضوع پر ایک پُراثر خطاب کیا۔ دعا کے بعد حاضرین کو کھانا پیش کیا گیا۔ اس موقعہ پر حاضری 1205 تھی۔

دوسرا روز۔28 ستمبر 2013ء

علی الصبح اجتماعی تہجد ادا کی گئی۔ بعد نماز فجر درس ہوا۔ ساڑھے نو بجے علمی و ورزشی مقابلہ جات شروع ہوئے۔ کھانے اور نماز ظہر وعصر کے بعد تبلیغ سیشن منعقد ہوا جس کی صدارت مکرم صدر صاحب مجلس انصاراللہ یوکے نے کی۔ سیشن کے پہلے حصہ میں مکرم شکیل احمد بٹ صاحب قائد تبلیغ کی رپورٹ کے بعد بعض کامیاب داعیان الی اللہ نے اپنے تجارب بیان کئے۔ اس سیشن کے دوسرے حصہ میں مکرم مرزا نصیر احمد صاحب مربی سلسلہ نے تقریر کی اور پھر تین نو احمدیوں نے قبول احمدیت کی نہایت ایمان افروز داستانیں بیان کیں جن میں مکرم چوہدری اللہ دتہ پنو صاحب (آف سیالکوٹ)، مکرم واحد اللہ جاوید صاحب (آف شیخوپورہ) اور مکرم میاں فہیم احمد صاحب (سابق ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل) شامل ہیں۔ اسی سیشن میں مکرم ڈاکٹر شاہ محمد جاوید صاحب (آف کوٹلی) نے اپنے بارہ سالہ بیٹے کے ہمراہ اپنے اغوا کی داستان اور طالبان کی قید سے رہائی کی ایمان افروز کہانی بیان کی۔ آخر میں مکرم چوہدری منیر مسعود صاحب ناظم انصاراللہ لاہور نے پاکستان میں مظلوم احمدیوں پر ہونے والے مظالم پر کسی حد تک روشنی ڈالی۔

اس کے بعد کھانے اور نماز مغرب وعشاء کا اہتمام کیا گیا۔ آج کی اجتماع کی حاضری 1458 ریکارڈ کی گئی۔

تیسرا روز۔29 ستمبر 2013ء

آج بھی علی الصبح اجتماعی تہجد ادا کی گئی۔ بعد نماز فجر درس ہوا۔ ساڑھے نو بجے علمی و ورزشی مقابلہ جات شروع ہوئے۔ ساڑھے گیارہ بجے تربیت سیشن منعقد ہوا جس کی صدارت مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن نے کی۔ اس سیشن میں مکرم مولانا رانا مشہود احمد صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ یوکے، مکرم مولانا نسیم احمد باجوہ صاحب امام مسجد بیت الفتوح اور صدر مجلس نے تقاریر کیں۔ جس کے بعد کھانے اور نماز ظہر وعصر کے لئے وقفہ ہوا۔

شام ساڑھے تین بجے اجتماع کے اختتامی اجلاس کا آغاز مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر و مبلغ انچارج جماعت احمدیہ غانا کی زیرصدارت ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور اس کے ترجمہ کے بعد مکرم صدر صاحب مجلس انصاراللہ یوکے نے عہد دہرایا۔ نظم کے بعد صدر اجلاس نے مقابلہ جات میں پوزیشن لینے والوں نیز مجالس کی دوڑ میں سبقت کا مظاہرہ کرنے والوں میں انعامات اور اسناد تقسیم کیں۔ اس کے بعد مکرم صدر مجلس انصاراللہ یوکے نے مختصر رپورٹ پیش کی اور پھر مکرم مولانا رانا مشہود احمد صاحب نے حاضرین کو یہ اطلاع دی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس شوریٰ کی سفارش منظور فرماتے ہوئے مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب کی منظوری آئندہ دو سال کے لئے بطور صدر مجلس عطا فرمائی ہے نیز مکرم ٹومی کالون صاحب کو نائب صدر صف دوم مقرر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز بابرکت فرمائے۔ امسال کارکردگی کے لحاظ سے علم انعامی کا حقدار مجلس نیو مالڈن کو قرار دیا گیا جبکہ مجلس مورڈن دوم رہی۔

مکرم ڈاکٹر عبدالوہاب آدم صاحب کی تقریر کے ساتھ یہ اجتماع بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

امسال اجتماع کی رجسٹریشن کے مطابق 2261 انصار شامل ہوئے جبکہ گزشتہ سال یہ حاضری 2017 تھی۔ سالانہ اجتماع کے دوران جو علمی مقابلہ جات منعقد ہوئے ان میں تلاوت، نظم، تقریر اور فی البدیہہ تقریر کے مقابلہ جات شامل تھے۔ ان مقابلہ جات میں بنیادی طور پر اُن انصار نے حصہ لیا جو قبل ازیں علاقائی اجتماعات میں پوزیشن حاصل کر چکے تھے۔ اسی طرح ورزشی مقابلہ جات میں ایتھلیٹکس کے متعدد انفرادی مقابلہ جات کے علاوہ والی بال اور رسہ کشی کے اجتماعی مقابلے بھی منعقد ہوئے۔ اجتماع کے موقع پر ایک خوبصورت قرآن نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا۔ یہ نمائش بہت پسند کی گئی اور خاص طور پر ایسے کارکنان نے اس سے خوب استفادہ کیا جو اپنی مجالس کے زیراہتمام مختلف مقامات پر نمائشیں لگا رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے امسال رہائش اور خوراک کے شعبہ جات کی کارکردگی کو بھی سراہا گیا۔

امسال اجتماع کے ناظم اعلیٰ مکرم ڈاکٹر چوہدری اعجاز احمد صاحب نائب صدر صف دوم تھے جنہوں نے اپنی ٹیم کے ہمراہ انتظامات کو نہایت عمدگی سے ترتیب دیا۔ اللہ تعالیٰ یہ تقریب ہر پہلو سے بابرکت فرمائے اور تمام کارکنان نیز اس میں شامل ہونے والوں کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

(رپورٹ: ناصر پاشا)

صحابہؓ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(جلسہ سالانہ یوکے 2013ء کے موقع پر مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب آف ریسرچ سیل ربوہ کی تقریر)

وَالسَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّهُ عَنْهُمْ وَرَضُواْ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔ (التوبہ:100)

اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت لے جانے والے اولین اور وہ لوگ جنہوں نے حسن عمل کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں۔ یہ بہت ہی عظیم کامیابی ہے۔

جب سے کائنات وجود میں آئی ہے۔ عشق و وفا کے بے شمار قصے اور کہانیاں وجود میں آتے رہے۔ لیکن وہ قصے ادھورے اور مادی اور فنا ہونے والے تھے۔ مرورِ زمانہ کی گرد نے ان سب کو صفحۂ ہستی سے ان کے ناموں سمیت مٹا ڈالا۔ لیکن عشق و وفا کی ایک داستان مکہ اور مدینہ کی سرزمین پر بھی رقم ہوئی اور آج پندرہ سو سال ہونے کو آئے کہ جس کی خوشبو اور مہک میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور آج بھی ہم اسی داستان کے سننے کو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیا ہی سچ ہے کہ:

یاصدقِ محمدِ عربی ہے یا احمدِ ہندی کی ہے وفا
باقی تو پرانے قصے ہیں زندہ ہیں یہی افسانے دو

بطحاء کی وادیوں سے جب وہ چاند چہرہ طلوع ہوا۔ حسن و عشق کا آفتاب چمکا تو دیوانہ وار لوگ اس کے گرویدہ ہونے لگے۔ اس شمع رخ انور پر پروانوں کی طرح نثار ہونے لگے۔ اور ایک بار جب کوئی اس کی محبت کا، اس کے عشق کا جام پی لیتا تو کوئی دکھ، کوئی تکلیف، کوئی اذیت اس محبت کا نشہ اتارنے میں کامیاب نہ ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ کی تیرہ سالہ تکلیفوں اور ظلم و ستم کے دور میں صحابہ کرامؓ، مرد ہوں یا عورت عشق کی اس خارزار وادی میں چھلنی قدموں کے ساتھ زخم زخم جسموں کے ساتھ، چلتے رہے، گھسٹتے رہے، بے ہوش ہوتے رہے، یہاں تک کہ اپنی جانوں سے بھی ہاتھ دھوتے رہے۔ لیکن اپنے محبوب کے عشق میں یہ سب کچھ وہ شربتِ شیریں کی طرح پیتے رہے۔ مکہ کے ظالم ہاتھ جو ظلم کرتے کرتے تھک جایا کرتے غصہ میں آ کر کہا کرتے کہ تم تو محمدؐ کے عاشق ہو گئے ہو۔ ہر چند کہ وہ طنزاً یہ جملہ کہتے لیکن خدا کی قسم کتنا سچ تھا اس جملے میں، کتنی حقیقت تھی اس بات میں۔ وہ واقعی عاشق تھے اس کے مونہہ کے، دیوانے تھے اس کی ایک جھلک کے۔ اپنے آقا کی الفت کی ایک نظر ان کی تمام تر کلفتوں کو کافور کر دیتی۔ انہیں عشاقِ صادق میں بلالؓ بھی تھے، عمارؓ و یاسرؓ بھی تھے، زنیرہؓ و سمیہؓ بھی تھیں، ابوبکر و عمر رضوان اللہ علیہم بھی تھے۔ ایک سے بڑھ کر ایک اپنے عشق و وفا میں نمایاں نظر آتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مکی دور میں صحابہ کے اسی جذبۂ عشق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''گالیاں سنتے تھے جان کی دھمکیاں دے کر ڈرائے جاتے تھے اور سب طرح کی ذلتیں دیکھتے تھے پر کچھ ایسے نشۂ عشق میں مدہوش تھے کہ کسی خرابی کی پروا نہیں رکھتے تھے اور کسی بلا سے ہراساں نہیں ہوتے تھے...... ایسے نازک زمانہ میں وفاداری کے ساتھ محبت اور عشق سے بھرے ہوئے دل سے جو دامن پکڑا جس زمانہ میں آئندہ کے اقبال کی تو کیا امید، خود اس مردِ مصلح کی چند روز میں جان جاتی نظر آتی تھی۔ یہ وفاداری کا تعلق محض قوت ایمانی کے جوش سے تھا جس کی مستی سے وہ اپنی جانیں دینے کے لئے ایسے کھڑے ہو گئے جیسے سخت درجہ کا پیاسا چشمہ شیریں پر بے اختیار کھڑا ہو جاتا ہے۔'' (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد3 صفحہ 151-152 حاشیہ)

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن عزیز مکہ سے ہجرت کا حکم ہوا تو ابوبکرؓ کو اپنے آقا کی محبت و رفاقت میں اپنی جوان بیٹیوں اور بیٹوں، اپنی پیاری بیوی اور اپنے نابینا بوڑھے باپ کا بھی خیال نہ رہا۔ بے اختیار پکار اٹھے یا رسول اللہ! اَلصُّحبۃُ! مجھے اپنے ساتھ ضرور رکھیے گا۔ کہ میں ایک پل بھی آپ کے بنا جی نہیں پاؤں گا۔ ہجرت کا یہ سفر، سفر تو کیا!! زندگی اور موت کی ایک دوڑ تھی جس میں موت لحظہ بہ لحظہ قریب سے قریب تر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ لیکن ان مواقع پر بھی عشق و محبت کے لمحات اس صحرا میں گل لالہ کی طرح ایسے نمودار ہوئے کہ صحرائے عرب آج بھی اسی خوشبو سے معطر اور رنگین ہے۔ غارِ ثور میں عشق و وفا کی وہ تصویریں نقش ہوئیں کہ اجنتا کے غار بھی ویران نظر آتے ہیں۔ وہ غارِ ثور جو سانپوں اور بچھوؤں اور موذی حشرات کی آماجگاہ تھی۔ ابوبکرؓ جیسے عاشق جاں نثار نے اپنے ہاتھوں سے اس کو صاف کیا۔ اس کے ایک ایک سوراخ کو بند کیا۔ ایک سوراخ کے لئے کچھ نہ ملا تو اپنا پاؤں اس پر رکھ دیا۔ اور اپنی رانوں پر نبی اکرم کا سر مبارک رکھا۔ اپنے محبوب آقا سے درخواست کی کہ آپ کچھ دیر کے لئے آرام فرما لیں۔ اور اس دوران اسی سوراخ سے جو بچھو نے ڈنک مارنا شروع کیا تو محبت و وفا کا یہ پتلا اپنی ٹانگ تک کو نہ ہلا تا کہ کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل واقع نہ ہو۔ قوت برداشت جواب دینے لگی تو آنکھوں سے دو آنسو آپ کے جسد اطہر پر گرے پوچھا ابوبکر! کیا ہوا۔ ماجرا عرض کیا تو اپنا لعاب مبارک کا مرہم ان زخموں پر لگا یا۔

(السیرۃ الحلبیۃ وھو الکتاب المسمی انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون از علامہ ابوالفرج نورالدین جلد دوم صفحہ 47،48 باب عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ علی القبائل...... مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2002ء)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں داخل ہونے لگے تو مدینہ کی عورتیں اور مرد، بچے اور بوڑھے سب دیوانہ وار شہر سے باہر نکل آئے اور خوشی سے گیت گا گا کر آپؐ کا استقبال کیا کہ گویا دنیا جہان کی نعمتیں ان کو مل گئی ہوں۔ مدینہ والے بھی آپؐ کے عشق میں اس قدر فنا ہونے لگے کہ اب جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو پیچھے رہ جانے والے آپ کی جدائی کے غم سے بے چین ہو جاتے۔ عورتیں منتیں مانتیں کہ خدا خیر سے واپس لائے تو ہم آپ کے سامنے خوشی کے گیت گائیں گی۔ (سنن الترمذی کتاب المناقب باب نمبر 55 حدیث نمبر 3690)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس عشق و محبت میں ہشت پہلو ہیروں کی طرح

تھے کہ جس کا ہر پہلو آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی روشنی سے چمک رہا ہو۔ آپؐ سے والہانہ محبت کے نتیجہ میں اطاعت و فرمانبرداری کا یہ عالم تھا کہ ایک بار مسجد میں خطاب فرماتے ہوئے آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ! تو ایک صحابی جو گلی میں سے گزر رہے تھے وہ وہیں بیٹھ گئے۔ کسی نے کہا کہ بیٹھنے کا یہ حکم تو مسجد والوں کے لئے تھا تو کہا جب میرے کانوں میں آپ کی آواز پڑی کہ بیٹھ جاؤ تو کیسے ممکن ہے کہ میں اس پر عمل نہ کروں۔ (سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب الامام یکلم الرجل فی خطبۃ۔ حدیث نمبر 1091)

ایک اور منظر ہمارے سامنے آتا ہے۔ ایک جگہ شادی کی مجلس لگی ہوئی ہے، گانا بجانا ہو رہا ہے۔ شراب کے جام پر جام چڑھائے جا رہے ہیں کہ کسی اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ مجھے محمد ﷺ نے بھیجا ہے کہ میں اعلان کر دوں کہ آج سے شراب حرام کی جاتی ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک مٹکا ابھی ختم ہوا تھا اور دو مٹکے اور باقی تھے۔ لوگ نشہ کی حالت میں تھے۔ ایک نے کہا کہ ذرا سنو تو! باہر گلی میں کوئی یہ اعلان کر رہا ہے کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ دروازہ کھولو اور تفصیل معلوم کر کے آؤ۔ اس پر ایک صحابی اٹھے اور مٹکوں کو توڑتے ہوئے کہا کہ پہلے نبی اکرم ﷺ کی آواز پر لبیک کہیں گے پھر تفصیل معلوم کریں گے۔ (صحیح مسلم کتاب الاشربہ۔ باب تحریم الخمر و بیان انہا تکون من عصیر العنب ..... حدیث نمبر 5131، 5132)

عشق و محبت کا ایک اہم تقاضہ ادب و احترام بھی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں صحابہؓ بیٹھتے تو ایسے کہ نظریں نیچے کئے ہوئے خاموش کہ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔ اور محبت و وارفتگی کا یہ عالم کہ آنحضور ﷺ پانی پیتے یا کھانا کھاتے تو آپ کے پس خوردہ کا تبرک لینے کو یوں لپکتے جیسے جان کی بازی ہی لگا دیں گے۔

صلح حدیبیہ کا ایک منظر جو کفار مکہ کے ایک رئیس نے دیکھا جب وہ گفت و شنید کی خاطر مسلمانوں کی طرف آیا تو واپس جا کر اس نے اس چشم دید نظارے کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ اے سرداران قریش میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں۔ نجاشی کے دربار بھی دیکھے، قیصر کے درباروں کی شان و شوکت بھی دیکھی، کسریٰ کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ بھی دیکھے، لیکن خدا کی قسم کسی بھی بادشاہ کی عظمت اور اس سے والہانہ عشق و محبت کا ایسا نظارہ کہیں نہیں دیکھا جیسا محمدؐ کے ساتھ اس کے صحابہ کے دلوں اور آنکھوں میں مَیں نے مشاہدہ کیا ہے۔ باخدا وہ تو تھوکتا بھی ہے تو اس کے اصحاب اپنی ہتھیلیوں پر وہ تھوک لینے کو لپکتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتا ہے تو اس کے وضو کے پانی کو نیچے گرنے کے بجائے اپنے ہاتھوں پر لینے کے لئے جھپٹتے ہیں۔ اور جب وہ بولتا ہے تو ساری آوازیں دم توڑ دیتی ہیں۔ اور حدّ ادب سے نگاہیں اس کے حضور جھکی رہتی ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالح مع اھل العرب و کتاب الشروط حدیث نمبر 2732)

یہ صحابہؓ آپ کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے بھی بیتاب رہتے۔ اگر کسی بیماری یا عذر کی وجہ سے آپ کبھی مسجد میں تشریف نہ لا سکتے تو بیقرار ہو جاتے اور رونے لگ جاتے۔

(السیرۃ الحلبیۃ وھو الکتاب المسمی انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون از علامہ ابوالفرج نور الدین جلد دوم صفحہ 490 باب یذکر فیہ مدۃ مرضہ .....مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2002ء)

اور ایک بار جب بیماری کی وجہ سے کچھ دن آپؐ نماز کے لئے تشریف نہ لا سکے اور ایک روز اسی بیماری میں مسجد کے قریب پہنچ کر کھڑکی سے پردہ اٹھا کر صحابہ کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ مسکرائے صحابہؓ پر ایسا اثر ہوا کہ مارے خوشی کے قریب تھا کہ نماز توڑ دیتے اور اسی چاند چہرے کو تکتے رہتے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 896 شان عاصم بن ثابت دار الکتب العلمیۃ بیروت ایڈیشن 2001ء)

ان لوگوں کی محبتیں بھی عجیب تھیں اور عشق بھی نرالے!!

ابو محذورؓ نام کے ایک نوجوان لڑکے تھے۔ ایک بار نبی اکرم ﷺ نے پیار سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا تو ساری عمر پیشانی کے ان بالوں کو نہیں کٹوایا کہ نبی اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھوں نے ایک بار چھوا تھا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب کیف الاذان حدیث نمبر 501)

قبیلہ بنو غفار کی ایک لڑکی، جو ایک جنگ میں آپؐ کے ساتھ شریک ہوئی۔ اسے آپؐ کے ساتھ ایک سواری پر سفر کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جنگ ختم ہونے پر اموال غنیمت تقسیم ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ایک ہار اس کو پہناتے ہوئے خود گرہ لگائی۔ اس لڑکی کی محبت کا انداز دیکھئے کہ ساری عمر اس نے اس ہار کی گرہ نہیں کھولی کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کو باندھا تھا۔ اور یہ وصیت کی میرے مرنے کے بعد بھی کوئی اس کو نہ کھولے اور میرے ساتھ ہی دفن کر دے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 702 شان عاصم بن ثابت دار الکتب العلمیۃ بیروت ایڈیشن 2001ء)

اپنے آقا کی محبت میں وہ ایسے فنا تھے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد وہ ہر اس جگہ جاتے کہ جہاں انہوں نے اپنے آقا کو کبھی جاتے دیکھا۔ ہر وہ کام کرتے جو انہوں نے اپنے مطاع کو کرتے دیکھا۔

عبداللہ بن عمرؓ کے بارہ میں آتا ہے کہ وہ ایک سفر کے دوران اپنی سواری سے نیچے اترے کچھ دور جا کر زمین پر بیٹھے جیسے پیشاب کرنے کے لئے کوئی بیٹھتا ہے۔ اور کچھ دیر بعد واپس چلے آئے۔ آپ کے ساتھیوں نے پوچھا کہ یا حضرت خیریت تو تھی کہ آپ وہاں گئے، بیٹھے اور یونہی واپس چلے آئے۔ تو وہ نم آنکھوں سے کہنے لگے کہ ایک بار اسی جگہ پر نبی اکرم ﷺ نے اپنی سواری کو روکا تھا اور وہاں جا کر پیشاب کیا تھا۔ مجھے اس وقت یہ حاجت تو نہ تھی لیکن میرا آقا یہاں بیٹھا تھا اس لئے میں نے نہ چاہا کہ یہاں سے یونہی گزر جاؤں۔ (جزء الحسن بن عرف العبدی مرتبہ عبدالرحمن بن عبدالجبار فریوائی صفحہ 75 روایت نمبر 57 مکتبہ دار الاقصیٰ کویت 1985ء)

یہ صحابہ وہ عاشق تھے کہ جن میں سے ہر ایک کا دل محمدؐ کی یاد بن کر دھڑکتا تھا۔ ان کی سانسیں نہیں تھی محمدؐ کی یادیں تھی، ان کی سوچ، ان کی فکر، ان کا قول اور ان کا عمل عشق محمدؐ سے عبارت تھا۔ یہ صحابہؓ اپنے محبوب کے رنگ میں رنگین ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگیوں کو عشق کے اس لافانی رنگ سے رنگ لیا تھا۔ عبادت کے رنگ ہوں یا خدمت خلق کے، ہر رنگ میں وہ اپنے آقا کے رنگ میں رنگین نظر آتے ہیں۔ فدائیت اور قربانی کے میدان میں بھی یہ کسی سے پیچھے نہ تھے۔ فدائیت کا یہ جذبہ ایسا تھا کہ ابوبکر کے بیٹے نے ایک بار کہا کہ ابا ایک جنگ میں آپ میری تلوار کے نشانے پر تھے لیکن میں نے آپ پر وار نہ کیا۔ تو ابوبکر کہنے لگے کہ بیٹا اگر تم میرے وار تلے آتے تو کبھی بچ نہ پاتے۔

(السیرۃ الحلبیۃ وھو الکتاب المسمی انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون از علامہ ابوالفرج نور الدین جلد دوم صفحہ 231 باب ذکر مغازیہ غزوۃ بدر الکبریٰ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

مال کو جگر سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ مال دینا کلیجہ نکالنے کے مترادف ہے۔ ان عاشقوں نے اپنے جگر گوشوں کے ساتھ ساتھ اپنا مال و دولت بھی اس کے قدموں

میں ڈھیر کر دیا کہ؛

جان و مال و آبرو حاضر ہیں تیری راہ میں

حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت ابوبکرؓ صدیق ان چند ایک صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے اپنی جائدادیں اور باغات حضور کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حضرت ابوبکرؓ اپنے گھر کا سارا اثاثہ اور دولت لے کر حاضر ہو گئے تو عمرؓ سارے مال ومتاع کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اور ایک حصہ حضور کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔ لیکن وہ غریب لوگ جو چند مٹھی جَو یا آٹا گھر میں رکھتے تھے کہ وہ پکے گا تو بھوک سے بلبلاتے بچے کھانا کھائیں گے۔ وہ خود بھوکے رہتے، اپنے بچوں کو بھوکا سلا دیتے اور وہ دو مٹھیاں جَو، اپنے محبوب کی نذر کو لے آتے اور وہ محبوب بھی کتنا دل نواز و ذرہ نواز تھا کہ مٹھی بھر جَو کو ایسے پیار اور قدر کی نظر سے دیکھتا کہ جو نہ ہوں جیسے ہیرے جواہرات اس مٹھی میں بند ہوں۔ اور ہاں بخدا! وہ ہیرے موتی ہی تھے کہ جن کی چمک آج بھی تاریک دلوں میں اجالا کر دیا کرتی ہے۔

حضرات! اس بستی میں کچھ ایسے غریب صحابہ بھی تھے کہ جن کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تو وہ مزدوری کرنے نکل کھڑے ہوتے۔ کسی یہودی کے کنوئیں سے پانی نکال نکال کر اس کے کھیت کو سیراب کرتے اور اجرت میں جو کھجوریں ملتیں وہ حضور کی خدمت میں نذر کے طور پر پیش کرتے یہ ان صحابہ کے چندے تھے، مالی تحریکات میں لبیک کہنے کے یہ دلی جذبے تھے۔ اور خدا نے ان کے عاشقانہ جذبوں کو قبول کیا۔ وہ خود ان کا خریدار بن گیا اور ان کے بدلہ میں جنات عدن کے سرٹیفکیٹ تو دئے ہی لیکن اس دنیا میں بھی اس کے اجر بخشے۔ وہ صحابہ خود کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اس زمانے میں دی ہوئی ایک ایک کھجور کے بدلے بعد میں خدا نے ہمیں ایک ایک لاکھ درہم ودینار دئے۔ ...... یہ تو درہم ودینار کے نذرانے تھے۔ یہ عاشق تو اپنی جانوں کے نذرانے لئے آپ کے ساتھ میدان جنگ میں جانے کو سعادت اور اعزاز جانتے۔ عورتیں اپنے باپ اور اپنے سہاگ رسول اللہ کی محبت میں قربان ہونے کے لئے ساتھ بھیجتیں۔ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو، اپنے آنگن کی رونق اولادوں کو اپنے ہاتھوں سے سجا کر روانہ کرتیں اور کہتیں کہ دیکھو اس پیارے پر قربان ہو جانا لیکن اس کو خراش تک نہیں آنی چاہیے۔

کفار مکہ کی طرف سے جب مدینہ پر حملہ کرنے کا علم ہوا تو آپؐ نے نہ چاہا کہ مدینہ والے کسی تکلیف کا سامنا کریں اس لئے آپؐ نے مناسب سمجھا کہ مدینہ سے باہر جا کر ان کے حملہ کا جواب دیا جائے۔ اور معاہدہ کی رو سے مدینہ والوں کے لئے ضروری بھی نہ تھا کہ وہ آپؐ کے ساتھ جائیں۔ چنانچہ جب صحابہ کو آپؐ نے مشورہ کے لئے جمع کیا تو مدینہ کی بستی کے ان عاشقوں نے جو جواب دیا آج بھی کتابِ عشق ووفا کے وہ سنہری الفاظ ہیں۔ ان صحابہ کے ایک ترجمان [سعد بن معاذؓ] کھڑے ہوئے۔ نم آنکھوں سے اپنے محبوب آقا کی طرف دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب یہ معاہدہ ہوا تھا تب ہم ابھی عشق ومحبت کی لذت حرارت سے ناآشنا تھے۔ اب تو یہ عشق دل کی گہرائیوں تک سرایت کر چکا ہے۔ آپؐ جہاں پسند فرمائیں وہاں چلیں ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے بائیں بھی لڑیں گے۔ آپؐ کے آگے بھی لڑیں گے آپؐ کے پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ہماری لاشوں کو نہ روند ڈالے۔ اور اے ہمارے قلب ونظر کی ٹھنڈک! مدینہ سے باہر جا کر آپ کی حفاظت میں لڑنا تو ایک طرف رہا یہاں سے کچھ فاصلے پر سمندر ہے آپ ہمیں حکم دیں تو ہم اپنے گھوڑوں سمیت اس سمندر میں کود جائیں گے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ: اذ تستغیثون ربکم ... (الانفال: 9-13) حدیث نمبر 3952)

جبلِ احد اسی عشق ووفا کی داستان کا گواہ ہے۔ عشق ومحبت کی جو داستانیں اس کے دامن میں رقم ہوئیں وہ کبھی نہ بھولنے والی ہیں۔ تبھی تو نبی اکرم ﷺ جب بھی احد پہاڑ کو دیکھتے تو فرماتے جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ۔ یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الزکاۃ باب خرص التمر حدیث نمبر 1481)

جنگ احد میں جب ایک وقت آیا کہ کفار کے پرزور حملہ سے صحابہ سیلاب میں تنکے کی طرح بہنے لگے تو ایسے میں حضور ﷺ نے مسلمانوں کو آواز دے کر یہ فرمایا کہ اس وقت کون ہے جو مجھ پر اپنی جان نچھاور کرے۔ اس آواز نے عاشقوں کو دیوانہ بنا دیا۔ ایک انصاری صحابی زیاد بن سکن اپنے چند ساتھیوں کو لے کر آپؐ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور ایسی بے جگری سے لڑے کہ دشمن کی یلغار کو پسپا کر دیا اور خود بھی سب کے سب شہید ہو گئے۔ کچھ دیر بعد حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا جاؤ اور زیاد کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت زیاد کے سب ساتھی شہید ہو چکے تھے۔ لیکن خدا کی تقدیر نے ایک خاص مقصد کے لئے ان کے چھلنی بدن میں جان کو روک رکھا تھا۔ شاید کہ آنحضرت ﷺ اپنے اس جانثار عاشق کو اس فدائیت کی ایک جزا دینا چاہتے تھے اور جب تک یہ منظر زمین و آسمان دیکھ نہ لیتا موت کو رکے رہنے کا حکم تھا۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کے ارشاد پر جب صحابہؓ نے حضرت زیادؓ کے چور چور بدن کو حضور کے قریب ڈال دیا تو فرمایا اس کو اور قریب کرو۔ صحابہ نے تعمیل کی تو فرمایا اسے اور قریب کرو۔ یہاں تک کہ جب وہ آپ کے عین قدموں میں لٹا دئے گئے تو آنحضور ﷺ نے اپنا پاؤں آگے بڑھایا اور زیاد نے اپنی زندگی کے آخری سانس اس طرح لئے کہ اپنے آقا کا پاؤں تھا اور اس پر اس عاشق کا سر تھا۔ اس سے پہلے آسمان کی آنکھ نے کسی عاشق اور معشوق کے درمیان ایسا ناز ونیاز کا ماجرا کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ اس وفا شعار اور جانثار کا سر اپنے قدموں میں رکھ کر ہر سر بلند سے بلند تر کر دیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 534 شان عاصم بن ثابت دار الکتب العلمیۃ بیروت ایڈیشن 2001ء)

ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عمروؓ ایک جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود آنحضرت ﷺ کو یہ خبر دی کہ جب عبداللہ شہادت کے بعد خدا کی جناب میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ بتا آج تیری رضا کیا ہے؟ اس پر انہوں نے عرض کیا میری رضا تو بس یہی ہے کہ تُو مجھے ایک بار پھر زندہ کر دے اور میں محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ تیری راہ میں پھر مارا جاؤں، تُو پھر مجھے زندہ کر دے اور میں رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اسی طرح پھر مارا جاؤں۔

(سنن الترمذی کتاب تفسیر القرآن باب من سورۃ آل عمران حدیث نمبر 3010)

اس صحابی کی قلبی کیفیت کی آنحضرت ﷺ کو خبر دے کر در اصل اللہ تعالیٰ آپ کو یہ پیغام دے رہا تھا کہ اے سب سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرنے والے دیکھ! تیرا عشق بھی کیسا ہم نے اپنے عارف بندوں کے دلوں میں بھر دیا ہے کہ عالم گزران

سے گزر جانے کے بعد بھی تیرا خیال انہیں ستاتا ہے اور تجھے میدان جنگ میں تنہا چھوڑ کر چلے جانے پر کس درجہ کبیدہ خاطر ہیں کہ تیرے مقابل پر انہیں جنت کی بھی حرص نہیں۔ ان کی جنت تو بس یہی ہے کہ بے شک تیز تلواروں سے بار بار کاٹے جائیں، برچھیوں سے ان کے جسم چھلنی کئے جائیں مگر تیرے ساتھ رہیں، پھر تیرے ساتھ رہیں، پھر تیرے ساتھ رہیں۔ ان عاشقوں کے روئیں روئیں سے یہ آواز آتی تھی:

اے شخص تو جان ہے ہماری...... مر جائیں اگر تجھے نہ چاہیں
سو بار مریں تو تیری خاطر...... سو بار جئیں تو تجھ کو چاہیں

اسی گھرانے کی ایک خاتون کا عشق دیکھئے۔ خاوند اس جنگ میں شہید ہوا۔ بھائی اس جنگ میں شہید ہوا۔ بیٹا اس جنگ میں مارا گیا۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کی سلامتی کی خوشی ان سب غموں پر غالب آ گئی۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں میدان جنگ کی طرف حالات معلوم کرنے جا رہی تھی کہ راستے میں مجھے عبداللہ بن عمرو کی بہن ہند ایک اونٹ کی مہار پکڑے مدینہ کی طرف جاتے ہوئے ملی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ میدان جنگ کی کیا خبر ہے؟ اس نے جواب دیا الحمدللہ، سب خیریت ہے۔ حضرت محمد ﷺ بالکل خیریت سے ہیں۔ اتنے میں میری نظر اونٹ پر پڑی جس پر کچھ لدا ہوا تھا میں نے پوچھا یہ اونٹ پر کیا ہے کہنے لگی میرے خاوند عمرو بن جموح کی لاش ہے، میرے بھائی عبداللہ بن عمرو کی لاش ہے، میرے بیٹے خلاد کی لاش ہے۔ اور یہ کہہ کر الحمدللہ الحمدللہ کہتے ہوئے مدینہ کی طرف چل دی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 545 شان عاصم بن ثابت دار الکتب العلمیۃ بیروت ایڈیشن 2001ء)

ایک اور عاشق سعد بن ربیعؓ تھے۔ جو ایک جنگ میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے مرنے کے قریب تھے۔ جنگ ختم ہوئی تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ میدان جنگ میں جاؤ اور اپنے بھائیوں کا پتہ کرو۔ ایک صحابی جب سعد بن ربیع کے پاس پہنچے تو سعد نے انہیں کہا کہ مجھے اٹھاؤ نہیں کہ میں ان زخموں سے اب بچنے والا نہیں۔ ہاں میرے قریب آؤ اور ایک پیغام لیتے جاؤ۔ معزز خواتین و حضرات! ذرا تصور کیجئے کہ آخری سانس ہوں تو انسان کو اگر کچھ یاد آتا ہے تو وہی جو اس کو دنیا میں سب سے زیادہ پیارا ہوتا ہے بلکہ اپنی جان سے بھی جو پیارا ہوتا ہے اس کو وہ یاد کرتا ہے۔ اپنے بیوی بچوں،، بہن بھائیوں کے بارے میں وہ وصیت کرتا ہے۔ لیکن آیئے ذرا قریب ہو کر ہم سنتے ہیں کہ مرنے والا یہ عشق کی کونسی کہکشاں بنانے جا رہا ہے وہ کہتا ہے کہ اے میرے دوست میری طرف سے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں بصد ادب سلام عرض کرنا اور عرض کرنا کہ سعد بن ربیع کی یہ آرزو اور دعا ہے کہ جتنے بھی خدا کے نبی گزرے ہیں ان کی آنکھیں اپنی قوم سے جتنی ٹھنڈی ہوئی ہیں۔ ان سے بڑھ کر ہماری طرف سے اللہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرے۔

اور اے میرا پیغام لے جانے والے میری قوم اور قبیلے کو بھی میری طرف سے سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ سعد بن ربیع کا یہ پیغام ہے کہ جب تک آنحضور ﷺ تم میں موجود ہیں اس مقدس امانت کی حفاظت کرنا تم پر فرض ہے۔ یاد رکھنا کہ جب تک ایک شخص بھی زندہ تمہارے اندر موجود ہے تو اگر تم نے اس حفاظت میں کوئی کوتاہی کی تو قیامت کے دن خدا کے حضور کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ اور یہ کہہ کر حضرت سعدؓ کی سانسیں ختم ہو گئیں اور اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 542 شان عاصم بن ثابت دار الکتب العلمیۃ بیروت ایڈیشن 2001ء)

سچی بات تو یہ ہے کہ [قرآن کریم کی سورۃ عبس کی آیات 40-34 کے تناظر میں] آنحضور ﷺ کے عشق و محبت نے صحابہ کی زندگیوں میں ایک قیامت برپا کر دی تھی کہ خاوند کو بیوی کا ہوش نہ رہا اور بیوی کو خاوند کا ہوش نہیں تھا۔ باپ بیٹے کو قربان کر رہا تھا اور بہن بھائی کی قربانی دے رہی تھی اور سب کے سب ایک ہی جان پر اپنی جانیں نچھاور کرتے چلے جا رہے تھے۔ اس کے عشق میں فنا ہوتے چلے جا رہے تھے۔ صحابہ کے عشق و محبت کا یہ انتہائی بڑھا ہوا والہانہ جذبہ ہی تھا کہ جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہو گئی تو وہ یہ ماننے کو ہی تیار نہ تھے کہ آپ فوت ہو جائیں گے اور ہم آپ کے بغیر زندہ رہ سکیں گے۔ صحابہؓ جب تدفین سے فارغ ہو کر آئے تو حضرت فاطمہؓ نے اسی عشق و محبت کے ڈوبے ہوئے حزین دل کے ساتھ صحابہ سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ تو سہی تم نے محمدؐ کو مٹی میں دفن کرنا گوارا کیسے کر لیا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاتہ حدیث نمبر 4462)

غم کے مارے یہ عشاق صحابہ حضرت حسانؓ کا یہ شعر گلیوں میں پڑھتے ہوئے روتے رہتے:

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِي عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

اے کہ دل و جان سے عزیز تر ہمارے محبوب! تُو تو میری آنکھ کی پتلی تھا اب تیرے وفات پا جانے کی وجہ سے میری آنکھ اندھی ہو گئی ہے۔ صرف تُو ہی ایک ایسا وجود تھا جس کے متعلق مجھے موت کا خوف تھا۔ اب تیری وفات کے بعد خواہ کوئی مرے مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہو سکتی۔

یہ لوگ جب تک زندہ رہے اسی محبت کے دم سے زندہ رہے۔ اور اسی آرزو کے سہارے جیتے رہے کہ آج نہیں تو کل عنقریب ہم اپنے محبوب آقا کے پاس حاضر ہو جائیں گے۔

عشق و محبت کی یہ داستانیں لازوال ہیں۔ ان شہیدانِ باوفا نے آسمان شہادت پر کیسے کیسے رنگ بھرے اور کیسے کیسے دلنواز نقش و نگار بنائے ہیں۔ ان کے ہر قطرۂ خون میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا سورج بڑی دلربائی سے چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ رات کی تاریکی میں جب شمع روشن ہوتی ہے تو پروانے زمین کا سینہ چیر کر بھی باہر نکل آتے ہیں اور اس حسن کی آگ میں جل جانے کو سعادت جانتے ہیں۔ محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جب ان صدیوں کے مُردوں کو زندہ کیا تو وہ بے جان لاشے ہی تو تھے لیکن جب نورِ محمدی کا جلوہ دیکھا تو قبروں کے سینے پھاڑ کر باہر نکل آئے اور پروانوں کی طرح اپنی جانوں کے نذرانے لئے ہوئے دوڑے۔ اور کبھی کسی قوم نے اپنے آقا کی عظمت کردار کو ایسا خراج تحسین پیش نہیں کیا جیسا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشاق نے آپ کے حضور پیش کیا۔ ان میں اپنے بھی تھے پرائے بھی تھے۔ بوڑھے بھی تھے جوان بھی تھے۔ مرد بھی تھے عورتیں بھی تھیں۔ آسائش کی پرامن گھڑیوں میں بھی اور نزع کے عالم میں اکھڑے اکھڑے سانسوں کے ساتھ بھی اپنے محبوب آقا پر درود بھیجے اور دعائیں کیں کہ اے خدا جس کے طفیل ہمیں یہ سعادت نصیب ہوئی اسے ایسی جزاء دے کہ کبھی امت کی طرف سے کسی نبی کو نہ پہنچی ہو۔

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی
زخم و مرہم برہِ یار تو یکساں کردی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''صحابہؓ کی نظیر دیکھو دراصل صحابہ کرام کے نمونے ایسے ہیں کہ کل انبیاء کی نظیر ہیں...... صحابہ کرامؓ کا گروہ عجیب گروہ قابل قدر اور قابل پیروی گروہ تھا''۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 45،44 مطبوعہ ربوہ)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ''ہمارے نبی کریمؐ نے جو جماعت بنائی تھی۔ ان میں سے ہر ایک زکی نفس تھا۔ اور ہر ایک نے اپنی جان کو دین پر قربان کر دیا ہوا تھا ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا۔ جو منافقانہ زندگی رکھتا ہو۔ سب کے سب حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے والے تھے۔ سو یاد رکھو اس جماعت کو بھی خدا تعالیٰ انہیں کے نمونہ پر چلانا چاہتا ہے۔ اور صحابہؓ کے رنگ میں رنگین کرنا چاہتا ہے''۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 408 مطبوعہ ربوہ)

حاضرین جلسہ اور سامعین کرام! خوشخبری ہو!! کہ آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد خدا نے پھر ایک قوم کے نصیبے میں وہی محبت لکھ دی کہ جب خدا کے اس فرستادے نے یہ نوید سنائی:

مبارک وہ جو اَب ایمان لایا   صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

پس اے احمدی قوم کے خوش قسمت مردو اور عورتو! تمہیں مبارک ہو کہ عشق و محبت کی اس شمع کے امین تم بنائے گئے ہو۔ عشق و وفا کا یہ جھنڈا خدا اور اس کے رسولؐ نے اپنے مسیح کے مقدس ہاتھوں سے تمہارے سپرد کیا ہے۔

سوائے محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق کا دم بھرنے والو! آج دشمن ایک بار پھر اسلام اور محمدؐ کے حسین چہرے پر حملہ آور ہے۔ اور آج اس مقدس چہرے کی حفاظت تمہارے سپرد ہے۔ آج ہم میں سے ہر ایک ان عشاق صحابہؓ کی طرح یہ کہنے والا موجود ہو کہ یا رسول اللہ! آپ کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے والا آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہمارے جسم و جان آپ پر قربان! ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے۔ آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ ہم افریقہ میں بھی آپ کے مقدس چہرے کی روشنی کو پھیلائیں گے، امریکہ میں بھی اس نور کو چمکائیں گے، یورپ والوں کو بھی آپ کے خوبصورت چہرے کی جھلک دکھائیں گے اور ایشیا اور آسٹریلیا میں بھی اس حسین چہرے کی منادی کریں گے، پہلوں نے تو یہ کہا تھا کہ ہمارے سامنے سمندر ہے حکم دیں تو اس میں کود جائیں۔ آج ہم اپنے امام و پیشوا! حضرت مسرور! کے حضور یہ عرض کریں گے کہ اے خدا کے مسیح کے جانشین! کہ جس کے سپرد آج ناموس رسالت کی حفاظت کا کام کیا گیا ہے آپ حکم کریں ایک سمندر تو کیا ہم سات سمندروں کو بھی پار کر جائیں گے۔ اور محمد مصطفیٰ کے حسین چہرے کی حفاظت کریں گے۔ اور عشق مصطفیٰ کی یہ جوت اپنے سینوں میں جلائے ہوئے نسلاً بعد نسل منتقل کرتے چلے جائیں گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ان عشاق صحابہؓ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''صدق اور راستی کے تمام اجزا بہ ہیئت اجتماعی ان کے وجود میں جمع ہو گئے۔ اور اُن کے دلوں میں پرہیزگاری کے نور چمک اٹھے اور اُن کے پیشانی کے نقشوں میں محبت مولیٰ کے بھید ایک چمکیلی صورت میں نمودار ہو گئے اور اُن کی ہمتیں دینی خدمات کے لئے بلند ہو گئیں...... وہ ایک قوم ہے جنہوں نے کبھی جنگ کے میدانوں سے تخلف نہ کیا اور زمین کی انتہائی آبادی تک زمین پر قدم مارتے ہوئے پہنچے۔ اُن کی عقلیں آزمائی گئیں۔ اور ملک داری کی لیاقتیں جانچی گئیں۔ سو وہ ہر ایک امر میں فائق نکلے اور علم اور عمل میں سبقت کرنے والے ثابت ہوئے۔ اور یہ معجزہ ہمارے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور حقیقتِ اسلام پر ایک صریح دلیل ہے...... پس اے خدا! اس نبی پر سلام اور درود بھیج اور اس کے آل پر جو مطہر اور طیب ہیں۔ اور اس کے اصحاب پر جو دن کے میدانوں کے شیر اور راتوں کے راہب ہیں اور دین کے ستارے ہیں۔ خدا کی خوشنودی ان سب کے شامل حال رہے''۔ (نجم الہدیٰ روحانی خزائن، جلد 14 صفحہ: 17 و 41-44)

اللّٰھمّ صل علیٰ محمد و آل محمد و علیٰ عبدك المسیح الموعودؑ

نوٹ: جن حوالوں کی عبارت واوین (commas) کے بغیر ہے وہ مضمون مراد ہے نہ کہ من وعن عبارت۔

بقیہ از صفحہ 21: سیرت حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ

اوّلین میں شامل قرار پائے اور آسمان روحانیت پر ستاروں کی مانند روشن ہو گئے۔ یہ وہ پاک وجود تھے جنہوں نے بیعت کے بعد اپنے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا کیں جن کے نمونے ہمیں صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کے اصحاب میں نظر آتے ہیں۔ ایسے مطہّر اور مزکّی نفوس عالیہ میں سے ایک حضرت مولوی شیر علی صاحب تھے۔ آپ کا دل محبت الٰہی کے پاک جذبات سے سرشار تھا۔ آپ کے تقویٰ و طہارت، تعلق باللہ، زہد و تعبد، علم و فضل اور ہمدردی خلائق کی وجہ سے آپ کے چہرہ پر نور اور معصومیت یوں مرتسم تھی ہر دیکھنے والے کی زبان سے آپ کے لئے فرشتہ کا لفظ جاری ہو جاتا۔ اور اغلباً اس کی وجہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا وہ مبارک کشف تھا جس میں آپ نے ایک فرشتہ دیکھا جس کا نام شیر علی تھا۔

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 352)

صحابہؓ کے اس پاک گروہ کی سیرت کے واقعات کا جمع کرنا اور بیان کرنا جس نیک مقصد اور نیت کو لئے ہوئے ہے اس کو بیان کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''یہ تمام واقعات تاریخ میں اس لئے محفوظ کئے گئے ہیں کہ ہمیں توجہ دلاتے رہیں کہ تمہارے بزرگ اپنی اصلاح نفس کرتے رہے ہیں۔ اور اس طرح انہوں نے یہ معیار حاصل کئے ہیں۔ یا بیعت میں آنے کے بعد محبت و اخلاص کے یا وفا کے یہ معیار وہ دکھاتے رہے ہیں۔ تم بھی اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو اپنے ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلو تا کہ یہ آخرین کے اخلاص و وفا کا زمانہ تا قیامت چلتا رہے۔ اور انشاء اللہ یہ چلتا رہنا ہے کیونکہ اسی مسیح محمدی کے ذریعہ اسلام کی شان و شوکت کو قائم رکھنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ پس کہیں ہمارے اپنے عمل اس برکت سے ہمیں محروم نہ کر دیں، بے فیض نہ کر دیں۔ (خطبہ جمعہ 13 جنوری 2006ء۔ خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ 36)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی روح پر اپنے بے شمار فضل اور رحمت کی بارش برسائے اور ہم سب کو آپ کی نیک صفات کا وارث بنائے۔ ہم ہمیشہ حضور ایدہ اللہ کی اس خواہش کے مطابق اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں، اور کبھی بھی ہمارے اعمال ہمیں اس فیض سے محروم نہ کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہؓ کے پاک وجودوں سے دنیا میں جاری ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جذبۂ خدمتِ اسلام

(محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن کی جلسہ سالانہ یوکے 2013ء کے موقع پر کی گئی تقریر)

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

(سورۃ الانعام:163)

سورۃ الانعام کی جس آیت کی تلاوت کی گئی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''ان کو کہہ دے کہ میری نماز اور میری پرستش میں جدّ وجُہد اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے اور اس کی راہ میں ہے۔ وہی خدا جو تمام عالموں کا ربّ ہے۔'' (ترجمہ از آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 162)

اس آیت کریمہ میں ہمارے محبوب آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا وہ بلند ترین مقام فنافی اللہ بیان کیا گیا جو عدیم المثال ہے۔ آنحضور ﷺ کی مقدس زندگی کا ایسا دلربا نقشہ بیان کیا گیا ہے جو ہر جہت سے لا ثانی اور بے نظیر ہے۔ اس دور آخرین میں اللہ تعالیٰ نے رسول پاک ﷺ کے روحانی فرزند جلیل اور آپ کے عاشق صادق کو یہ سعادت اور توفیق عطا فرمائی کہ وہ کلیۃً اپنے آقا ﷺ کے رنگ میں رنگین ہوگیا اور کچھ ایسا فنا ہوا کہ اس ماہتاب ہدایت نے اپنے وجود میں آفتاب ہدایت کا ایک کامل اور حسین عکس پیدا کرلیا۔ غلامِ صادق کا وجود آقائے نامدار ﷺ کا ظلِ کامل بن گیا۔ اُس کی زندگی آقائے دو جہان ﷺ کی غلامی میں قدم بقدم چلتی ہوئی اس آیت کریمہ کی ایک جیتی جاگتی تصویر بن گئی۔ اسی تصویر کی ایک جھلک دکھانا میری آج کی تقریر کا موضوع ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی میں اسوۂ محمدیؐ کے عکسِ تام کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ یہی آیت کریمہ تجدید کے رنگ میں حضرت مسیح موعودؑ پر بھی الہاماً نازل ہوئی اور خدائے علیم وخبیر نے خود اس بات کی شہادت دی۔ (تذکرہ صفحہ 573، الہام 9 مارچ 1906ء)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی نظر میں خدمت اسلام کی عظمت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ جب 1889ء میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور سلسلۂ بیعت کا آغاز فرمایا تو بیعت کی شرائط میں اس بات کو بطور خاص شامل کیا کہ ہر بیعت کنندہ اس بات کا عہد کرے کہ وہ ''دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔'' (تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 337)

ایک دردمند دل کی کیفیت

19ویں صدی کے آخر میں سارا ملکِ ہندوستان عیسائیت کی بھرپور یلغار کی زد میں تھا۔ ہر طرف عیسائیت کی تبلیغی سرگرمیوں کا زور تھا۔ مسلمان بالکل بے دست و پا تھے اور عیسائیوں کی یلغار، حکومت کی پشت پناہی اور مال و دولت کے بل بوتے پر، اُن کو خس و خاشاک کی طرح بہائے لئے جا رہی تھی۔ اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں جو درد اٹھا اور جس طرح خدمتِ اسلام کا بے پناہ جذبہ ابھرا، اُس کیفیت کا کچھ اندازہ آپ کی اس درد بھری تحریر سے کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا۔ اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے یہانتک کہ وہ جو آلِ رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمنِ رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم ﷺ کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دُکھتا جو ان گالیوں اور اُس توہین سے جو ہمارے رسول کریم ﷺ کی کی گئی، دُکھا۔'' (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 51-52)

اسلام کی حالتِ زار پر قلبی کرب

اسلام کی اس حالتِ زار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سینہ میں جو تلاطم برپا تھا اس کا کچھ اندازہ آپ کے اشعار سے بھی ہوتا ہے۔ ایک فارسی شعر میں آپؑ فرماتے ہیں:

ایں دو فکرِ دینِ احمد مغز و جانِ ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملّت، قلتِ انصارِ دیں

دشمنانِ دین کی کثرت اور دینِ احمد کے مددگاروں کی قلت، یہ دو فکریں ہیں جنہوں نے ہمارے دل و دماغ کو گداز کر دیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

میرے آنسو اس غمِ دلسوز سے تھمتے نہیں
دیں کا گھر ویران ہے دنیا کے ہیں عالی منار
دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بے قرار
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل دیکھ کر
اے مری جان کی پناہ فوجِ ملائک کو اتار

یہی وہ درد و کرب تھا جو آپ کو راتوں کو بے قرار رکھتا اور آپ اسلام کی فتح اور غلبہ کے لئے ماہئی بے آب کی طرح تڑپتے اور خدائے قادر و قیوم کے آستانہ پر اپنی بے تاب دعاؤں کے ساتھ جھک جاتے۔ عرض کرتے:

دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضعفِ دینِ مصطفیٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
اے مرے پیارے مجھے اس سیلِ غم سے کر رہا
ورنہ ہو جائے گی جاں اس درد سے تجھ پر نثار
اس دیں کی شان و شوکت یا رب مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دیں مٹادے میری دعا یہی ہے

ان دلدوز کیفیات سے گزرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے خدمتِ اسلام کا علَم بلند کیا اور اسی جذبہ سے سرشار ہوکر زندگی کے آخری سانس تک اس کو سربلند کئے رکھا۔

خدمتِ اسلام کا عظیم ترین مقصد

خدمتِ اسلام کا عظیم ترین مقصد اور ذریعہ دنیا کو خالقِ حقیقی سے آگاہ کرنا اور اس کی محبت میں فنا کرنا ہے۔ یہ جذبہ جس شدّت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں پایا جاتا تھا اس کو اپنے لفظوں میں بیان کرنے کی بجائے میں مسیح پاک علیہ السلام کے مقدس الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

''میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے۔ اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اُس شخص سے زیادہ دولتمند ہوجائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا۔ اور سچا ایمان اُس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اُس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اُس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پاکر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں اور میں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا دل اُن کے فقر وفاقہ کو دیکھ کر کباب ہوجاتا ہے۔ ان کی تاریکی اور تنگ گذرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے اُن کے گھر بھر جائیں اور سچائی اور یقین کے جواہر ان کو اتنے ملیں کہ ان کے دامنِ استعداد پُر ہوجائیں۔''

(اربعین، روحانی خزائن جلد 17۔ صفحہ 345-344)

اپنے ذاتی تجربہ اور وجدان کی بنیاد پر آپ نے کس درد اور بے پناہ جذبہ سے دنیا کو خدا تعالیٰ کے آستانے کی طرف بلایا، وہ بیان سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو۔ کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔'' (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19۔ صفحہ 21-22)

اس ارشاد کے ایک ایک لفظ سے خدمتِ اسلام کا جذبہ جس شان سے چھلکتا ہے وہ کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔

آپ کا جذبۂ خدمت اسلام۔ خود اپنے الفاظ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں جس قدر خدمتِ اسلام کی تڑپ تھی اور جس طرح یہ لگن آپ کو لگی ہوئی تھی اس کی حدوبست کا اندازہ کرنا انسانی فکر وفہم کے بس میں نہیں۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اپنی طبیعت میں فطرتی عاجزی اور انکساری کے بے پناہ جذبہ کے سبب اپنے جذبات واحساسات کے اظہار میں حد درجہ اخفاء اور احتیاط سے کام لیتے تھے لیکن یہ جذبۂ خدمتِ اسلام تو آپ کے رگ وریشہ میں اس گہرائی تک سرایت کر چکا تھا کہ وہ آپ کے حرف حرف اور زندگی کی ہر ادا سے چھلک چھلک پڑتا تھا۔ صرف چند ارشادات وواقعات پیش ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''میں اُس مولیٰ کریم کا اس وجہ سے بھی شکر کرتا ہوں کہ اُس نے ایمانی جوش اسلام کی اشاعت میں مجھ کو اس قدر بخشا ہے کہ اگر اس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو میرے پر یہ کام بفضلہٖ تعالیٰ کچھ بھاری نہیں...... اُسی کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ روح ملی ہے کہ دکھ اٹھا کر بھی اُس کے دین کے لئے خدمت بجالاؤں اور اسلامی مہمات کو بشوق و صدق تمام تر انجام دوں۔ اِس کام پر اُس نے آپ مجھے مامور کیا ہے اب کسی کے کہنے سے مَیں رُک نہیں سکتا...... اور چاہتا ہوں کہ میری ساری زندگی اسی خدمت میں صرف ہو اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔'' (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 36-35)

پھر آپ کس درد سے فرماتے ہیں: ''ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے، لوگوں کو بچا لیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھا دے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کر کے تبلیغ کریں اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں۔'' (ملفوظات جلد 3 صفحہ 291-292)

خدمت دین کے لئے زندگی وقف کرنے کا جوش جس قدر آپؑ میں پایا جاتا تھا، ذرا اس کا اندازہ لگایئے۔ فرمایا:

''اِس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دکھ ہوگا تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 100)

پھر اسی تسلسل میں آپ اپنے جذبات کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں: ''مَیں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اس راحت اور لذت سے حظ اٹھایا ہے۔ یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مر کے پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 99-100)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی روایت کرتے ہیں کہ ایک موقعہ پر آپؑ نے فرمایا: ''میرا تو خیال ہے کہ پاخانہ پیشاب پر بھی مجھے افسوس آتا ہے کہ اتنا وقت ضائع ہوجاتا ہے۔ یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جائے۔ اور فرمایا۔ کوئی مشغولی اور تصرف جو دینی کاموں میں حارج ہو اور وقت کا کوئی حصہ لے، مجھے سخت ناگوار ہے۔ اور فرمایا: جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے تو میں اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام کر لیتا ہوں، جب تک وہ کام نہ ہوجائے۔ فرمایا: ہم دین کے لئے ہیں اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں۔ بس دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہونی چاہئے۔''

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب صفحہ 28)

جذبۂ خدمتِ اسلام کے بارہ میں گواہیاں

حضرت یعقوب علی عرفانیؓ اپنا لمبا اور قریبی مشاہدہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ فرمایا: ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فطرت میں تبلیغ اسلام کا جوش اس قدر تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ اس جوش سے میرا

دماغ نہ پھٹ جاوے''۔ (حیات احمد از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ جلد اول حصہ دوم صفحہ 150)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا: ''میرے دماغ میں اسلام کی حالت اور عیسائیوں کے حملوں کو دیکھ دیکھ کر اس قدر جوش اٹھتا ہے کہ بعض وقت مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ دماغ پھٹ جائے گا''۔ (الحکم 7 تا 14 فروری 1923 صفحہ 8)

مرزا سلطان احمد صاحب کی گواہی: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے بیٹے مرزا سلطان احمد صاحب کا بیان ہے کہ ''شرک کے خلاف حضرت کو اس قدر جوش تھا کہ اگر ساری دنیا کا جوش ایک پلڑے میں اور حضرت کا جوش دوسرے پلڑے میں ہو تو آپ کا پلڑا بھاری ہوگا''۔ (تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 115-114)

ایک ہندو کا اعتراف: حضرت یعقوب علی عرفانیؓ اپنی کتاب حیات احمد میں لکھتے ہیں: ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور لالہ ملاوامل صاحب کی ملاقات اور تعلقات میں جو بات بدیہی طور پر نظر آتی ہے وہ تبلیغ اسلام ہی ہے۔ سب سے پہلی ملاقات اور محض ناواقفیت کی ملاقات اور اس میں بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ نے تبلیغ ہی شروع کر دی۔ لالہ ملاوامل صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ سمجھا کہ شاید مسلمانوں کے ہاں عشاء کی نماز سے پہلے کسی دوسرے کو تبلیغ اسلام کرنا ایک ضروری فرض ہے کیونکہ مرزا صاحب نے نماز سے پہلے اس کام کو ضروری سمجھا''۔

(حیات احمد از یعقوب علی عرفانی صاحبؓ جلد اول حصہ دوم صفحہ 149)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تبلیغ کس قدر عزیز تھی اور کس طرح ہر وقت اس طرف توجہ رہتی تھی۔ اس کا اندازہ مکرم مولوی عبدالقادر صاحبؓ مرحوم لدھیانوی کی بیٹی صفیہ بیگم صاحبہ کی روایت سے ہوتا ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ: ''ایک دفعہ میرے والد صاحب نے مجھے بھیجا کہ جا کر حضرت صاحب سے عرض کرو کہ اب میں کیا کروں۔ میں گئی۔ حضور اقدس صحن میں کھٹولی پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ مولوی محمد احسن صاحب مرحوم پاؤں دبا رہے تھے۔ میں نے جا کر والد صاحب کی طرف سے کہا۔ آپؑ نے فرمایا ''حضرت مولوی صاحب سے کہو کہ باہر جاویں تبلیغ کے لئے''۔ میں نے آ کر والد صاحب کو کہہ دیا۔ والد صاحب ہنسے اور بہت خوش ہوئے۔ فرماتے تھے۔ اللہ! اللہ! حضرت صاحب کو تبلیغ سب کاموں سے پیاری ہے اور میرے دل میں بھی تبلیغ کا بہت شوق ہے''۔ (سیرت المہدی حصہ پنجم صفحہ 309)

اس جذبۂ خدمتِ اسلام کا ایک خوبصورت اظہار اس وقت ہوا جب 1885ء میں آپ کے ایک فدائی اور عاشق حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی سفر حج پر جانے لگے تو حضرت مسیح پاکؑ نے ایک دلگداز دعا ان کو لکھ کر دی کہ وہ حضور کی طرف سے یہ دعا خانہ کعبہ میں اور میدان عرفات میں بطور خاص کریں۔ اس میں لکھا کہ ''اے ارحم الراحمین جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجتِ اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اَب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر''۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 265)

خدمتِ دین میں انہماک

خدمتِ دین میں غیر معمولی محویت اور انہماک کا ایک واقعہ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ عنہ کی زبانی سنئے۔ لکھتے ہیں: ''میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس نازک سے نازک مضمون لکھ رہے ہیں یہاں تک کہ عربی زبان میں بے مثل فصیح کتابیں لکھ رہے ہیں اور پاس ہنگامۂ قیامت برپا ہے۔ بے تمیز بچے اور سادہ عورتیں جھگڑ رہی ہیں ...... مگر حضرت یوں لکھے جا رہے ہیں اور کام میں یوں مستغرق ہیں کہ گویا خلوت میں بیٹھے ہیں ...... میں نے ایک دفعہ پوچھا۔ اتنے شور میں حضور کو لکھنے میں یا سوچنے میں ذرا بھی تشویش نہیں ہوتی۔ مسکرا کر فرمایا: ''میں سنتا ہی نہیں! تشویش کیا ہو اور کیونکر ہو''۔ (سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ 23)

خدمتِ دین کرنے والوں کی قدردانی

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے جذبۂ خدمتِ اسلام کا اندازہ اس بظاہر معمولی لیکن بہت پُر معارف بات سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ خدمتِ دین کرنے والوں کے بارہ میں آپ کا انداز کیسا دلربا تھا۔ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب فرماتے ہیں کہ ''کوئی دوست کوئی خدمت کرے۔ کوئی شعر بنا لائے کوئی شعر تائید حق پر لکھے آپؑ بڑی قدر کرتے ہیں اور بہت ہی خوش ہوتے ہیں اور بارہا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تائید دین کے لئے ایک لفظ نکال کر ہمیں دے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے بھی زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے۔ اصل قبلۂ ہمت آپ کا، دین اور خدمتِ دین ہی ہے''۔ (سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ 50)

دو صحابہ کی گواہیاں

حضور علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ کو حضور کے قرب میں رہنے کا خوب موقع ملا۔ جذبۂ خدمتِ اسلام کے حوالہ سے وہ اپنے تأثرات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: ''آپ اکثر سوتے کم تھے اور بہت کم لیٹتے تھے اور رات اور دن کا زیادہ حصہ مخالفوں کے ردّ اور اسلام کی خوبیاں اور آنحضرت ﷺ کے ثبوتِ رسالت و نبوت اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل اور توحید باری تعالیٰ اور ہستی باری تعالیٰ کے بارہ میں لکھنے میں گزرتا تھا اور اِس سے جو وقت بچتا تو دعاؤں میں خرچ ہوتا۔ دعاؤں کی حالت میں نے آپ کی دیکھی ہے کہ ایسے اضطراب اور ایسی بیقراری سے دعا کرتے تھے کہ آپ کی حالت متغیر ہو جاتی۔ اور بعض وقت اسہال ہو جاتے اور دورانِ سر ہو جاتا''۔ (تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 11)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی بیان کرتے ہیں کہ ایک موقعہ پر حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اسلام کی غیرت کے حوالہ سے اپنے جذبات کی کیفیت کچھ اس طرح بیان کی کہ ''میری جائیداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہونا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت دین کی ہتک اور استخفاف کے دیکھنے اور اس پر صبر کرنے کے''۔ (سیرت مسیح موعود صفحہ 61)

مزید فرمایا ''جن دنوں میں وہ موذی اور خبیث کتاب ''امہات المومنین'' جس میں بجز دلآزاری، اور کوئی معقول بات نہیں، چھپ کر آئی۔ اس قدر صدمہ اس کو دیکھنے سے آپ کو ہوا کہ فرمایا: ''ہمارا آرام تلخ ہو گیا ہے''۔ (سیرت مسیح موعود صفحہ 61)

واقعات کی دنیا میں

خدمتِ اسلام کا یہ بے پناہ فدائیانہ جذبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صرف لفظی اظہار اور اعلان نہ تھا بلکہ آپ کی ساری حیاتِ مطہرہ شروع سے لے کر آخر تک گواہ ہے کہ آپؑ نے اپنی ساری زندگی اسلام کی راہ میں قربان کر دی۔ یہی آپؑ کی تمنا اور دلی آرزو تھی۔ آپ کیا خوب فرماتے ہیں:

جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفٰے
ایں است کامِ دل اگر آید میسرم

کہ میری جان محمد مصطفیؐ کے دین کی راہ پر فدا ہو جائے۔ یہی میرے دل کا مدعا ہے۔ اے کاش کہ یہ بات میسر آ جائے۔

آیئے جذبۂ خدمتِ اسلام کے حوالہ سے چند اور واقعات پر نظر کرتے ہیں۔

حضرت مولوی فتح دین صاحب دھرم کوٹیؓ حضور کے ابتدائی زمانہ کے متعلق بیان فرماتے ہیں: ''میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور اکثر حاضر ہوا کرتا تھا اور کئی مرتبہ حضور کے پاس ہی رات کو بھی قیام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بے قراری سے تڑپ رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف تڑپتے ہوئے چلے جاتے ہیں جیسے کہ ماہی بے آب تڑپتی ہے یا کوئی مریض شدتِ درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ میں اِس حالت کو دیکھ کر سخت ڈر گیا اور بہت فکر مند ہوا اور دل میں کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اس وقت میں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ حالت جاتی رہی۔ صبح میں نے اِس واقعہ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا کہ رات کو میری آنکھوں نے اِس قسم کا نظارہ دیکھا ہے کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی یا درد گردہ وغیرہ کا دورہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''میاں فتح دین! کیا تم اُس وقت جاگتے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے اور جو جو مصیبتیں اِس وقت اسلام پر آ رہی ہیں اُن کا خیال آتا ہے تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے اور یہ اسلام ہی کا درد ہے جو ہمیں اِس طرح بے قرار کر دیتا ہے۔'' (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 29)

جذبۂ خدمتِ اسلام کی ایک مثال

ابتدائی زمانہ کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر ملی کہ بٹالہ کے ایک مولوی قدرت اللہ نامی نے اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی ہے۔ آپ کو اس خبر سے دلی صدمہ ہوا۔ آپ نے منشی نبی بخش صاحب کو جو یہ خبر لے کر آئے تھے تاکیدی ارشاد فرمایا کہ پُرحکمت انداز میں ہر ممکن کوشش کریں کہ کسی طرح مولوی صاحب واپس اسلام میں آ جائیں۔ آپ نے اس سلسلہ میں انہیں تفصیلی ہدایات بھی دیں اور فرمایا کہ اگر میری ضرورت ہوئی تو میں خود بھی جانے کو تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام سے کسی کا مرتد ہو جانا ایک بڑا امر ہے جس کو سرسری نہیں سمجھنا چاہیئے۔ آپ نے منشی نبی بخش صاحب کو فرمایا کہ تم جا کر اس سلسلہ میں بھرپور کوشش کرو۔ میں دعا کروں گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل سے مولوی قدرت اللہ صاحب واپس اسلام میں آ گئے جس سے حضرت اقدس کو بے حد خوشی ہوئی۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 114)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب اسلام اور ناموس رسالت کے دفاع میں قلمی جہاد کا آغاز فرمایا تو پھر آپ نے قلم کے ہتھیار کو اس وقت تک نہ رکھا جب تک اِس جہاد کو نقطۂ کمال تک نہ پہنچا دیا۔ یہ جہاد آپ نے جس جانفشانی سے سرانجام دیا اِس سے آپ کا جذبۂ خدمتِ اسلام پوری طرح روشن ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔ حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ فرماتے ہیں: ''ایک روز کا ذکر ہے کہ قصیدہ اعجاز احمدی آپ لکھ رہے تھے...... مجھے بھی بلوایا اور فرمایا کہ تم کاپی لکھو تا کہ جلدی یہ قصیدہ چھپ جائے اور فرمایا کہ کاپی ہمارے پاس بیٹھ کر لکھو میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ آپ ایسا جلدی قصیدہ تصنیف کرتے تھے اور مجھے دیتے جاتے تھے کہ مَیں ابھی مضمون ختم نہیں کر سکتا تھا جو آپ اَور مضمون دے دیتے تھے۔ رات کے گیارہ بج گئے آپ کے لئے کھانا آیا۔ فرمایا شام سے تو تم یہیں لکھ رہے ہو کھانا نہیں کھایا ہوگا آؤ ہم تم ساتھ کھائیں۔ ہمیں تو اسلام کی خوبیاں اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل دینے اور ثبوتِ نبوتِ محمد ﷺ میں یہاں تک استیلا اور غلبہ ہے کہ ہمیں نہ کھانا اچھا لگتا ہے نہ پانی نہ نیند۔ جب بھوک اور نیند کا سخت غلبہ ہوتا ہے تو ہم کھاتے ہیں یا سوتے ہیں۔'' (تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 16)

حضرت منشی ظفر احمد کپورتھلویؓ بیان کرتے ہیں کہ ''لدھیانہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ سر درد کا دورہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس قدر سخت ہوا کہ ہاتھ پیر برف کی مانند سرد ہو گئے۔ میں نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو نبض بہت کمزور ہو گئی تھی۔ آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اسلام پر کوئی اعتراض یاد ہو تو اس کا جواب دینے سے میرے بدن میں گرمی آ جائے گی اور دورہ موقوف ہو جائے گا۔ میں نے عرض کی کہ حضور اِس وقت تو مجھے کوئی اعتراض یاد نہیں آتا۔ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی نعت میں سے کچھ اشعار آپ کو یاد ہوں تو پڑھیں۔ میں نے براہین احمدیہ کی نظم ''اے خدا! اے چارۂ آزارِ ما'' خوش الحانی سے پڑھنی شروع کر دی اور آپ کے بدن میں گرمی آنی شروع ہو گئی۔ پھر آپ لیٹے رہے اور سنتے رہے۔ پھر مجھے ایک اعتراض یاد آ گیا...... جب میں نے یہ اعتراضات سنائے تو حضور کو جوش آ گیا اور فوراً بیٹھ گئے اور بڑے زور کی تقریر جواباً کی۔ اور بہت سے لوگ بھی آ گئے۔ اور دورہ ہٹ گیا۔''

(سیرت المہدی جلد چہارم صفحہ 38-39، اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 145-146)

حضرت منشی صاحب ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ''ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لدھیانہ میں قیام پذیر تھے۔ میں اور محمد خان مرحوم ڈاکٹر صادق علی صاحب کو لے کر لدھیانہ گئے۔ (ڈاکٹر صاحب کپورتھلہ کے رئیس اور علماء میں سے شمار ہوتے تھے) کچھ عرصہ کے بعد حضور مہندی لگوانے لگے۔ اس وقت ایک آریہ آ گیا جو ایم اے تھا۔ اس نے کوئی اعتراض اسلام پر کیا۔ حضرت صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا۔ آپ ان سے ذرا گفتگو کریں تو میں مہندی لگوا لوں۔ ڈاکٹر صاحب جواب دینے لگے۔ مگر اس آریہ نے جو جوابی تقریر کی تو ڈاکٹر صاحب خاموش ہو گئے۔ حضرت صاحب نے یہ دیکھ کر فوراً مہندی لگوانی چھوڑ دی اور اسے جواب دینا شروع کیا اور وہی تقریر کی جو ڈاکٹر صاحب نے کی تھی مگر اُس تقریر کو ایسے رنگ میں بیان فرمایا کہ وہ آریہ حضور کے آگے سجدہ میں گر پڑا۔ حضور نے ہاتھ سے اُسے اٹھایا۔ پھر وہ دونوں ہاتھوں سے سلام کر کے پچھلے پیروں ہٹتا ہوا واپس چلا گیا''۔ (سیرت المہدی جلد چہارم صفحہ 36)

ایک اور بزرگ صحابی حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کی روایت ہے کہ ''ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت اچھی نہ تھی۔ ڈونگے دالان کے صحن میں چارپائی پر لیٹے تھے اور لحاف اوپر لیا ہوا تھا۔ کسی نے کہا کہ ایک ہندو ڈاکٹر حضور سے ملنے آیا ہے۔ حضور نے اندر بلوا لیا۔ وہ آ کر چارپائی کے پاس کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کا رنگ نہایت سفید اور سرخ تھا۔ جنٹلمینی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ طبیعت پوچھنے کے بعد شاید اِس خیال سے کہ حضور بیمار ہیں، جواب نہیں دے سکیں گے۔ مذہب کے بارہ میں اِس وقت جو چاہوں کہہ لوں، اس نے مذہبی ذکر چھیڑ دیا۔ حضور فوراً لحاف اتار کر اٹھ بیٹھے اور جواب دینا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ میں پھر کبھی حاضر ہوں گا اور چلا گیا''۔ (سیرت المہدی جلد چہارم صفحہ 134)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ سخت گرمی کے موسم میں چند ایک خدام اندرون خانہ حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم نے عرض کی کہ گرمی بہت ہے۔ یہاں ایک پنکھا لگا لینا

چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ پنکھا تو لگ سکتا ہے اور پنکھا ہلانے والے کا بھی انتظام کیا جاسکتا ہے لیکن جب ٹھنڈی ہوا چلے گی تو بے اختیار نیند آنے لگے گی اور ہم سو جائیں گے تو یہ مضمون کیسے ختم ہوگا؟

ایک دفعہ جب سخت گرمی پڑی تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک مضمون لکھا جس میں گرمی کا اظہار کرتے ہوئے اور گرمی کے سبب کام نہ کرسکنے کی معذرت کرتے ہوئے یہ الفاظ بھی لکھ دیئے کہ "گرمی ایسی سخت ہے کہ اِس کے سبب سے خدا کی مشین بھی بند ہوگئی ہے۔" اس میں مولوی صاحب مرحوم نے اس امر کی طرف اشارہ کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی شدت گرمی کے سبب کام چھوڑ دیا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ مضمون سنا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو غلط ہے، ہم نے تو کام نہیں چھوڑا۔

ایک دفعہ کسی دوست نے عرض کی کہ گرمی بہت ہے حضور کسی پہاڑ پر تشریف لے چلیں۔ فرمایا: "ہمارا پہاڑ تو قادیان ہی ہے یہاں چند روز دھوپ تیز ہوتی ہے تو پھر بارش آجاتی ہے۔" (ذکر حبیب صفحہ 126)

اسلام کی فتح کا بے پناہ جذبہ اور تمنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے بڑی دلی تمنا یہ تھی کہ ساری دنیا میں اسلام کا بول بالا اور غلبہ ہو۔ یہ سوچ اور فکر آپ کو ہمہ وقت دامنگیر رہتی۔ آپ کے اس بے تاب جذبہ کا اندازہ ایک دلچسپ روایت سے ہوتا ہے جو حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک کمرہ میں بیٹھے تھے۔ حضور ایک کتاب کی تصنیف میں مصروف تھے۔ دروازہ پر کسی شخص نے خوب زوردار دستک دی۔ آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میں جاکر معلوم کروں کہ کون ہے اور کس غرض سے آیا ہے۔ میں نے دروازہ کھولا تو دستک دینے والے نے بتایا کہ مولوی سیّد محمد احسن صاحب امروہوی نے بھجوایا ہے کہ حضور کی خدمت میں یہ خوشخبری عرض کی جائے کہ آج فلاں شہر میں ان کا ایک غیر احمدی مولوی سے مناظرہ ہؤا ہے اور انہوں نے اُس کو شکستِ فاش دی۔ اُس کو بہت رگیدا اور وہ مولوی بالکل لاجواب ہوگیا۔ حضرت مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے یہ سارا پیغام من وعن حضور کی خدمت میں عرض کیا تو حضور سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ اُن کے اِس طرح زوردار دروازہ کھٹکھٹانے اور فتح کا اعلان کرنے سے میں سمجھا تھا کہ شاید وہ یہ خبر لائے ہیں کہ یورپ مسلمان ہوگیا ہے!۔ (بحوالہ سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 289-290)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے اِس بے ساختہ اظہار سے پتہ لگتا ہے کہ حضور کو یورپ میں اسلام کے غالب آنے کا کتنا خیال تھا۔ آپ کے نزدیک گویا سب سے بڑی اور حقیقی خوشی یہی تھی کہ سارا یورپ حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائے۔ خدائی بشارتوں کے مطابق آپ کو اس بات پر محکم یقین تھا اِس کے لئے آپ نے دعائیں بھی کیں اور بھرپور مساعی بھی۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ مسیح پاک علیہ السلام کی یہ دلی خواہش اور تمنا جلد از جلد پوری ہو۔ اور سارا یورپ ہی نہیں بلکہ ساری دنیا احمدیت یعنی حقیقی اسلام قبول کرلے آمین۔

بیماری کی حالت میں بھی قلمی جہاد جاری

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی ساری زندگی خدمتِ اسلام کی خاطر مسلسل جہاد سے عبارت تھی۔ یہ جذبہ آپ کی ساری زندگی میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔ قلمی جہاد کا جو سلسلہ آپ نے ابتدائی زمانہ میں شروع فرمایا وہ زندگی کے آخری لمحات تک جاری رہا۔ ابتدائی زندگی میں مددگار تھوڑے تھے اور سہولیات بھی نہ ہونے کے برابر تھیں۔ اِن حالات میں آپ بسا اوقات بالکل یکا و تنہا ساری بھاگ دوڑ کرتے۔ خود مضمون لکھتے۔ خود اسے کاتب کے پاس لے جاتے۔ خود درستی کرواتے۔ اور خود ہی اشاعت کے لئے پریس لے کر جاتے اور یہ سب کچھ خدمتِ اسلام کے بے پناہ جذبہ سے سرانجام دیتے۔ ذرا تصور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بزرگ فرستادہ اپنے گھر کے اندرونی صحن میں دفاعِ اسلام میں کتابیں لکھنے میں مصروف ہے۔ ایک دوات ایک طرف طاقچہ میں رکھی ہے اور دوسری دوسرے کنارے پر۔ چلتے چلتے کاغذ ہاتھ میں پکڑے مضمون لکھ رہے ہیں۔ قلم کی سیاہی کم ہوجاتی ہے تو دوات میں ڈبو لیتے ہیں۔ موسم کی سختی سے بے نیاز، سخت گرمی اور سخت سردی کی حالت میں بھی یہ جہاد جاری رہتا۔ صحت کی حالت میں بھی اور بیماری کی حالت میں بھی۔ آپ نے اپنی تصانیف کے بعض حصے سخت بیماری کی حالت میں لکھے۔ اپنی آخری تصنیف پیغام صلح کا مضمون وفات سے صرف ایک روز قبل 25 مئی 1908ء کی شام کو مکمل کیا جبکہ آپ کو اسہال کی شکایت تھی۔ طبیعت نڈھال تھی لیکن آپ نے اسی حالت میں جس حد تک ہوسکا مضمون مکمل کرکے کاتب کے سپرد کیا۔ اور پھر اپنے سفرِ آخرت کے لئے تیار ہوگئے۔ آپؑ کی زندگی کے آخری لمحات کا یہ نقشہ شاہد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی جذبۂ خدمتِ اسلام سے بھرپور تھی۔

غلامِ صادق آقائے نامدار کے قدموں پر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غیر معمولی جذبۂ خدمتِ اسلام کا ایک شاندار ظہور اس وقت ہوا جب 1893ء میں آپؑ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "آئینہ کمالات اسلام" تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں آپ نے التبلیغ کے نام سے عربی زبان میں ایک تفصیلی مکتوب فقراء اور مشائخِ ہند کے نام لکھا۔ اس میں بطور خاص 23 صفحات پر محیط ایک خاص حصہ اُس زمانہ کی طاقتور ملکہ وکٹوریہ کے نام لکھا جس میں آپ نے اپنے آقائے نامدار کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ملکہ معظمہ کو اُسی انداز اور الفاظ میں دعوتِ اسلام دی جو رسول پاک ﷺ نے اپنے زمانہ میں قیصر و کسریٰ کو لکھے تھے۔ آپ نے دیگر نصائح کے علاوہ یہ بھی فرمایا: یاملیكة الارض اسلمی تسلمين　کہ اے زمین کی ملکہ! تو مسلمان ہوجا۔ تُو اور تیری سلطنت محفوظ رہے گی۔ جس قوت اور شوکت سے آپ نے سلطنت برطانیہ کی ملکہ کو یہ پیغام حق دیا، وہ آپ کے دلی جذبات کا آئینہ دار ہے جو خدمت و اشاعت اسلام کے حوالہ سے آپ کے دل میں موجزن تھے۔ آپ کی اِس آوازِ حق کو یہ پذیرائی ملی کہ ملکہ وکٹوریہ نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں شکریہ کا خط ارسال کیا اور خواہش کی کہ حضور اپنی دیگر تصانیف بھی ارسال فرمائیں۔ آپ کا یہ مجاہدانہ کارنامہ ایسا شاندار تھا کہ سابق ریاست بہاولپور کے ایک صاحبِ کشف بزرگ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب آف چاچڑاں شریف نے آپ کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا اور لکھا کہ "دینِ اسلام کی حمایت کے لیے آپ نے ایسی کمر ہمت باندھی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کو اسلام کا پیغام دیا ہے...... آپ کی تمام تر سعی اور جدوجہد یہ ہے کہ...... اسلامی توحید قائم ہوجائے"۔ (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 477-476)

اسی جذبۂ تبلیغ اور خدمتِ اسلام کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1897ء میں ملکہ وکٹوریہ کی ساٹھ سالہ جوبلی کے موقع پر ایک رسالہ "تحفۂ قیصریہ"

کے نام سے لکھا جس میں ملکہ معظمہ کو دوسری بار پُر جوش انداز میں دعوتِ اسلام دی۔ بعدازاں 1899ء میں ایک بار پھر اس پیغام حق کی یاد دہانی کے طور پر رسالہ ''ستارۂ قیصریہ'' تحریر فرمایا۔ یہ دونوں کتب آپ کے جوشِ تبلیغ حق اور خدمتِ اسلام کا شاہکار ہیں۔ خدمتِ اسلام کا یہ نرالا انداز ایسا منفرد تھا کہ کسی اَور مسلمان فرد یا ادارہ کو ایسی توفیق یا سعادت نہ مل سکی بلکہ اس کا خیال تک بھی نہ آیا۔

خدمت دین کی راہ میں ہر دکھ اٹھانے کو تیار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جذبۂ خدمتِ اسلام کا یہ پہلو کس قدر ایمان افروز ہے کہ ایک طرف تو آپ نے اس میدان میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور دشمنانِ اسلام کے مقابل پر ہر محاذ پر ایسا کامیاب دفاع کیا کہ آپ کی وفات پر جماعت کے حق گو مخالفین نے آپ کو ''اسلام کا ایک بہت بڑا پہلوان'' اور ''ایک فتح نصیب جرنیل'' کے القاب سے یاد کیا اور تسلیم کیا کہ آپ نے ''ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دیدی''۔ دوسری طرف اس چومکھی لڑائی میں ہر دکھ اور تکلیف کو برداشت کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حفاظت کا سایہ آپ کے سر پر تھا اگرچہ دشمنوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ کسی طرح مسیح موعود علیہ السلام کی ذلّت اور رسوائی کی کوئی صورت بن سکے۔ بہت سے ایسے واقعات ہوئے جن میں معاملہ اس قدر نازک رنگ اختیار کر گیا کہ گویا قانونی گرفت کا آخری مرحلہ آگیا۔ لیکن جری اللہ فی حلل الانبیاء کا ردّ عمل کیسا ایمان افروز تھا کہ وہ اسلام کی خاطر ہر تکلیف اور آزار کو قبول کرنے کو تیار نظر آتا ہے مگر ساتھ کے ساتھ خدائی تائید ونصرت پر کامل یقین بھی ہے۔ اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک موقع پر پولیس کا ایک افسر اچانک مسیح پاک علیہ السلام کے گھر کی تلاشی کے لئے آگیا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ سخت گھبراہٹ کی حالت میں بھاگتے ہوئے آئے اور آپؑ کو بتایا کہ پولیس افسر وارنٹ گرفتاری اور ہتھکڑیوں کے ساتھ آرہا ہے۔ آپؑ اُس وقت کتاب نور القرآن تصنیف فرما رہے تھے۔ آپ نے سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے نہایت اطمینان سے فرمایا: ''میر صاحب! لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی سونے کے کنگن پہنا کرتے ہیں۔ ہم سمجھ لیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے''۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کے ساتھ فرمایا: ''مگر ایسا نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں، وہ اپنے خلفائے مامورین کی ایسی رسوائی پسند نہیں کرتا''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 306-305)

اور دنیا نے دیکھا کہ خدمتِ اسلام کی راہ میں اپنے آپ کو ہر امتحان کے لئے پیش کرنے والا وجود ہر ذلت ورسوائی سے ہمیشہ محفوظ رہا!

شدید مخالفت کے باوجود استقامت

اہل دنیا کی یہ ریت ازل سے جاری ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں کی ہمیشہ شدید مخالفت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بھی بعینہٖ یہی ہوا لیکن آپؑ نے جذبۂ خدمتِ اسلام سے سرشار ہو کر ہر آزمائش اور مشکل ترین گھڑی میں بے نظیر استقامت اور صبر کا نمونہ دکھایا اور خدمتِ اسلام کے مقدس جہاد میں سرِمُو فرق نہیں آنے دیا۔ آپؑ کا یہ وصف اتنا نمایاں تھا کہ مخالفین نے اختلاف رائے کے باوجود اس بات کا اعتراف کیا۔ مخالفین کے چند اعترافات پیش ہیں۔

آپ کی وفات پر ایک آریہ رسالہ کے ایڈیٹر نے لکھا کہ: ''مرزا صاحب اپنے آخری دَم تک اپنے مقصد پر ڈٹے رہے اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں کھائی''۔ (رسالہ ''اندر'' لاہور)

پھر ایک عیسائی مصنف H.A.Walter نے لکھا: ''مرزا صاحب کی اختلافی جرأت جو انہوں نے اپنے مخالفوں کی طرف سے شدید مخالفت اور ایذا رسانی کے مقابلہ میں دکھائی یقیناً بہت قابلِ تعریف ہے''۔ (انگریزی رسالہ احمدیہ مُودمنٹ)

اور ایک غیر احمدی مسلمان اخبار نے لکھا کہ: ''مرزا مرحوم نے مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا رستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا''۔ (کرزن گزٹ۔ دہلی)

یاد رہے کہ یہ اعترافات دوستوں کے نہیں، مخالفین کے ہیں والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

خدمتِ دین میں ساری جائیداد قربان کرنے کو تیار

حضرت مسیح پاکؑ نے خدمتِ اسلام کا آغاز بہت ابتدائی زمانہ سے ہی کر دیا تھا۔ اخبارات میں اسلام، قرآن مجید اور رسولِ پاک ﷺ کے خلاف چھپنے والے اعتراضات کے جوابات مضامین کی صورت میں دیتے۔ جب دیکھا کہ مخالفین کی طرف سے یہ سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے تو آپ کے دل میں غیرتِ اسلام کے جذبہ نے جوش مارا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص تائید ونصرت سے ایک معرکۃ الآرا کتاب براہین احمدیہ کے لکھنے کا آغاز فرمایا۔ یہ ایسی عظیم الشان کتاب ہے کہ کوئی دشمنِ اسلام آج تک اُن دلائل اور براہین کا جواب لکھنے پر قادر نہیں ہو سکا۔

جب کتاب کا پہلا حصہ شائع ہوا تو آپ نے سب منکرینِ اسلام کو دعوتِ مقابلہ دی کہ اگر وہ اسلام کی بیان کردہ خوبیوں کے مقابل پر وہی خوبیاں اپنے مذہب میں دکھا دیں یا ان سے نصف یا تیسرا حصہ یا چوتھا حصہ یا پانچواں حصہ ہی اپنے مذہب میں ثابت کر دیں یا کم از کم ہمارے پیش کردہ دلائل کو توڑ کر دکھا دیں تو میں اپنی ساری کی ساری جائیداد جس کی قیمت دس ہزار روپے کے قریب ہے ایسے شخص کو بطور انعام دینے کے لئے تیار ہوں۔

یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ ایک طرف اپنی صداقت اور اپنے بیان کردہ دلائل کی برتری پر کامل یقین ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے آپ کا جذبہ ءِ خدمتِ اسلام بھی خوب کھل کر آشکار ہوتا ہے کہ اسلام کی سربلندی کی خاطر آپ اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھے۔ آپ نے اپنی ساری جائیداد پیش کر دی لیکن کوئی مخالف اس میدانِ مقابلہ میں اترنے کی جرأت نہ کر سکا۔

جملہ مذاہب باطلہ کو مقابلہ کی دعوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد احیائے اسلام اور جملہ مذاہب عالَم پر اسلام کو غالب کرنا تھا۔ یہی آپکی زندگی کا مقصد تھا اور آپکو اپنی جان سے بڑھ کر عزیز تھا۔ آپ نے اِس بلند مقصد کی خاطر اپنی ساری زندگی بسر کی۔ یہی جذبۂ خدمتِ اسلام آپکی زندگی کے ایک جلی عنوان کے طور پر جگمگاتا نظر آتا ہے۔

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے دنیا کے سب مذاہب کو بار ہا مقابلہ کی دعوت دی اور بڑے زوردار انداز میں دی۔ اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ 1893ء میں آپؑ نے اپنی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' میں فرمایا:

''اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا

کوئی اور ہے اس کے لئے یہ خوب موقعہ ہے جو میرے مقابل پر کھڑا ہو جائے۔ اگر وہ امورِ غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا تو مَیں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائداد غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کے قریب ہو گی اس کے حوالہ کر دوں گا یا جس طور سے اس کی تسلی ہو سکے اُس طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلی دوں گا"۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 349-350)

آپ کی یہ دعوتِ مقابلہ دنیا کے سب مذاہب کے نام تھی۔ لیکن کسی مذہب کا کوئی شخص مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوا۔ آپ نے کیا خوب فرمایا:

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اختتامیہ

امام الزمان سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود و امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جذبۂ خدمتِ اسلام کا یہ مختصر تذکرہ تھا۔ حق یہ ہے کہ ان باتوں کو سن کر، اپنے آپ پر نظر کرتے ہوئے ایک احمدی کی آنکھیں جھک جاتی ہیں اور دل، شرم اور ندامت سے بھر جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے تو اپنے اور ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خدمتِ اسلام کی مقدس راہ میں اپنی ساری زندگی، وقت کا ایک ایک لمحہ اور خداداد صلاحیتوں اور طاقتوں کا ایک ایک ذرہ قربان کر دیا۔ اور ایک ہم ہیں کہ خدمتِ دین کا جذبہ تو رکھتے ہیں لیکن عملی میدان میں ابھی پا پیادہ ہیں۔ عہدِ بیعت کے تقاضے بہت بلند ہیں۔ غلبۂ اسلام کی آخری منزل دور افق پر نظر آتی ہے اور ہمارے قدم ابھی بہت آہستہ ہیں۔

خدمتِ دین کے علمبردارو! دیکھو کہ تمہارا قافلہ سالار، تمہارا محبوب امام، کب سے تمہیں بلا رہا ہے۔ آؤ! اور خدمتِ اسلام کے میدان میں اترتے ہوئے اپنے سب عہد و پیمان سچ کر دکھاؤ۔ یہ میدان بہت وسیع ہے اور مخلص اور جانثار احمدی خدمت گزاروں کی آمد کا منتظر ہے۔ پس اے مسیح محمدیؑ کے جانثارو! مردانہ وار آگے بڑھو اور ساری دنیا کو محمد مصطفیٰ ﷺ کے نور سے بھر دو۔ قریہ قریہ اسلام کی منادی کرو اور ساری دنیا میں توحید کا علم لہراتے ہوئے اپنا سب کچھ اس راہ میں قربان کر دو!

آخر میں حضور علیہ السلام کا ایک دلگداز حوالہ پیش کرتا ہوں۔ میری درخواست ہے کہ بہت غور اور توجہ سے ملاحظہ فرمائیں اور اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ حضرت مسیح پاکؑ نے ہم سب کو مخاطب کرتے ہوئے بڑے درد سے فرمایا ہے: "میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اُسے سنے یا نہ سنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیاتِ طیبہ یا ابدی زندگی کا طلب گار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اُس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اُس کی روح بول اٹھے۔ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا، خدا میں ہو کر نہیں مرتا، وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔

آپ فرماتے ہیں: "پس تم، جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو، تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اِس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ 100)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محترم میاں عبدالسمیع عمر صاحب کی وفات

محترم میاں عبدالسمیع عمر صاحب 6 جون 1944ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے پوتے، حضرت مولوی عبدالسلام عمر صاحب کے بیٹے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے نواسے تھے۔ اڑھائی سال کی عمر میں والدہ اور دس سال کی عمر میں والد کی شفقت سے محروم ہو گئے۔ آپ دس بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ آپ کے ایک بھائی محترم منیر عمر صاحب نے سانحہ 28 مئی میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

ربوہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد محترم میاں عبدالسمیع عمر صاحب کراچی میں رہائش پذیر رہے۔ 1983ء میں آپ کی شادی مکرمہ بشریٰ عمر صاحبہ بنت محترم چودھری محمد یحییٰ مقبول صاحب سابق صدر جماعت احمدیہ جھنگ سے ہوئی۔

آپ نہایت شفیق، متوکل، قرآن کریم سے غیر معمولی عشق کرنے والے، اور خلافت سے انتہائی پیار کرنے والے تھے۔ بہت ہی دعا گو انسان تھے۔ کوئی بھی دعا کے لئے کہتا تو اپنی بیماری کو بھی بھول جاتے اور دعاؤں میں لگ جاتے تھے۔ خوش الحانی سے تلاوت کرتے اور بہت ہی اچھے مقرر تھے۔ طبیعت میں حلم تھا، البتہ بچوں کی تربیت کیلئے کوشاں رہتے تھے۔ آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے جن کے دلوں میں خدا تعالیٰ کا توکل، خلافت سے پیار اور دین کی خدمت کا عشق کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ اپنی اہلیہ کے ساتھ آپ کا سلوک انتہائی مشفقانہ اور ہمدردی و احسان کا تھا۔ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے۔

خلیفہ وقت سے پیار بے مثل تھا جس کا اظہار آپ کی بیماری کے دنوں میں نیم بیہوشی کی حالت میں ہوا۔ جب نرس نے آپ کی اہلیہ سے پوچھا کہ تم کیا کرتی ہو کہ مریض جذباتی ہو جاتا ہے اور monitor پر changes آتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میں آ کر بتاتی ہوں کہ میں نے ہمارے خلیفہ کو دعا کا پیغام بھجوایا ہے۔

قرآن کے عاشق اور حقوق ادا کرنے والے تھے۔ لمبی بیماریوں کا کمال حوصلہ سے مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے صحت عطا کی۔ بزرگوں کی صحبت میں رہنے اور خدمت کرنے کی بہت کوشش کرتے تھے۔ نہایت مہمان نواز اور غریب پرور تھے۔ مساجد کے ساتھ تعلق کا بہت ہی شوق تھا۔ مساجد کی تعمیر و ترقی کے لئے جذبہ تھا۔ مال و اسباب دل کھول کر خرچ کر دیتے۔ متوکل ہونے کے باعث زندگی میں کئی بار مالی ضرورت ہوئی لیکن کبھی بھی پریشان نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی انداز میں ضرورت پوری فرما دی کہ گمان ہوتا تھا کہ نور الدین والا سلوک خدا اُس کے سپوت کے ساتھ بار بار کرتا تھا۔

دو سال تک نیشنل عاملہ میں آپ نے بحیثیت قائد تعلیم خدمت کی توفیق پائی تھی۔ وفات سے قبل آپ قائد تربیت انصار اللہ کی ذمہ داری ادا کر رہے تھے۔ انتہائی اخلاص اور لگن کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے تھے۔ خاموش خدمتگار اور منکسر المزاج تھے۔ ہمیشہ جوش و تندہی کے ساتھ خدمت میں مگن رہتے تھے۔ انصار اللہ کے اجتماع کے اختتام پر واپس گھر تشریف لائے اور کچھ دیر کے بعد ہارٹ اٹیک ہوا۔ 4 اکتوبر 2013ء کو آپ کے دل کا آپریشن ہوا لیکن پھیپھڑوں میں انفیکشن کے باعث تقریباً تین ہفتے بیمار رہنے کے بعد 23 اکتوبر کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 15 نومبر میں مرحوم کا ذکر خیر فرمایا اور بعد ازاں نماز جنازہ غائب بھی پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

سیرت حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ

(جلسہ سالانہ یوکے 2013ء کے موقع پر مکرم عطاء المومن زاہد صاحب مبلغ سلسلہ یوکے کی تقریر)

آج سے چودہ سو سال قبل عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے، اور پشتوں کے بگڑے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ وہ جو اپنے خصائل اور عادات میں درندوں اور وحشیوں سے ابتر تھے، اخلاق عالیہ سے یوں مزین ہوئے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ جو ذرۂ خاک تھے ثریا بن کر چمکے۔ جو جاہل مطلق تھے، دنیا کے استاد اور معلم بن گئے۔ عرش کے خدا نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا تاج ان کے سروں پر رکھا تو سید الرسل ﷺ نے اصحابی کالنجوم کے اعزاز سے انہیں سرفراز کیا۔

یہ تبدیلی ان میں اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ اولین وآخرین کے سردار حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے ان کو خدا کی آیات پڑھ کر سنائیں، ان کا تزکیہ کیا اور کتاب اور حکمت کا علم عطا کیا: کل برکۃ من محمد فتبارك من علّم و تعلّم۔

صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کا یہ مبارک دور تین سو سال تک جاری رہا۔ اس کے بعد تاریکی کا ایک ایسا دور شروع ہوا جس کی ظلمتیں ایک ہزار سال کے عرصہ میں اپنی انتہاء کو پہنچ گئیں۔ اسلام کا صرف نام باقی رہ گیا اور ایمان دلوں سے پرواز کر کے ثریا تک جا پہنچا۔ تب خدا کی رحمت نے پھر جوش مارا اور آخَرِینَ مِنهُم لَمَّا یَلحَقُوا بِھِم کی پیشگوئی کے مطابق خدا حکیم وخبیر نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے قادیان کی گمنام بستی میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسیح موعود اور مہدی معہود بنا کر مبعوث کیا۔ خدا کے پیارے مسیح نے اس پیغام کو عام کرنا شروع کیا اور نیک فطرت اور سلیم الطبع لوگوں کو اس الٰہی مشن میں ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی۔ اس آواز کا سننا تھا کہ پروانے دور دور سے آ کر اس شمع کے گرد جمع ہونے لگے۔ صالحوں، متقیوں اور پاکبازوں کی یہ ایک ایسی جماعت تھی جو سید الاولین والآخرین ﷺ کے عاشق صادق اور غلام کامل مسیح و مہدی سے تربیت پا کر آخرین ہو کر بھی اوّلین میں شامل قرار پائی۔ یہ بعد میں آئے لیکن صحابہ سے جاملے۔

مسیح وقت اب دنیا میں آیا خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی فسبحان الذی اخزی الاعادی

ان پاکیزہ اور نیک فطرت لوگوں میں سے ایک پاک وجود حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ یہ وہ پاک طینت اور نیک خصلت وجود تھا کہ جس کی پاکیزہ زندگی کا ہر کردار مسیح محمدی کے دبستان میں آ کر اسلامی تعلیمات کے سانچہ میں یوں ڈھل گیا تھا کہ ہر دیکھنے والا اس بات کی گواہی دیتا کہ اگر مجسم اور متشکل صورت میں کوئی فرشتہ ہوسکتا ہے تو وہ شیر علی ہے۔ نیکی کا مجسمہ، تقویٰ وطہارت کا پیکر۔ انتہائی غریب الطبع اور دل کا حلیم۔ اخلاق فاضلہ کے ایسے بلند معیار پر فائز کہ السلام علیکم کہنے میں سبقت کرنے میں عمر بھر کوئی انہیں شکست نہیں دے سکا۔ جس کی بے نفس خدمات دین کا دور ابتدائے احمدیت سے ہی شروع ہو گیا اور زندگی کی آخری سانس تک جاری رہا۔

ان تمام صفات کے حامل یہ صوفی منش بزرگ ضلع سرگودھا کے ایک چھوٹے سے گاؤں ادرحمہ میں 24 نومبر 1875ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اسی گاؤں میں اپنے والد بزرگوار حضرت مولوی نظام الدین صاحبؓ سے حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے بڑے بھائی حضرت حافظ عبدالعلی صاحبؓ کے ساتھ بھیرہ ہائی سکول میں داخل ہوگئے۔ انٹرنس کا امتحان آپ نے راولپنڈی سے اور بی اے ایف سی کالج لاہور سے پاس کیا۔ اس دور تعلیم میں مختلف امراض کا شکار رہنے کی وجہ سے بہت نحیف الجثہ تھے۔ اور بی اے کے امتحان کے دوران تو آپ کئی دفعہ کمزوری کی وجہ سے لیٹے رہتے اور آپ کے بھائی حضرت حافظ عبدالعلی صاحبؓ آپ کو آپ کی کتابیں پڑھ کر سنایا کرتے۔ اسی حالت میں آپ نے اس امتحان کے تمام پرچے مکمل کئے اور جب نتیجہ نکلا تو آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے پنجاب بھر میں ساتویں پوزیشن حاصل کر کے نمایاں کامیابی حاصل کی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔" (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 104)

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ لاہور کی اس طالب علمی کے دور میں قادیان تشریف لائے اور خدا کے پیارے مسیح کے ہاتھ سے زندگی کا یہ جام پی کر اَمر ہوگئے۔ آپؑ کی زبان مبارک سے یہ زندگی بخش کلام سنا اور ہمیشہ کے لئے اسی در کے غلام ہوگئے۔ چنانچہ اسی دور کا ایک خوبصورت واقعہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ان ابتدائی ایام میں جبکہ ابھی مولوی صاحب ہنوز لاہور میں طالب علم تھے اور رخصتوں میں کبھی کبھی قادیان آیا کرتے تھے۔ قادیان میں احباب کی مجلس میں مولوی صاحب نے فرمایا کہ "معلوم نہیں حضرت صاحب مجھے بھی پہچانتے ہیں یا نہیں" اتفاق سے اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندر سے تشریف لائے تو حافظ حامد علی صاحبؓ نے عرض کی کہ حضور میں نے آٹا پسوانے جانا ہے میرے ساتھ کوئی آدمی جائے۔ حضور نے مولوی صاحب کا بازو پکڑ کر کہا 'میاں شیر علی کو ساتھ لے جاؤ' اس پر مولوی صاحب بہت خوش ہوئے اور آپ کی مسرّت کی انتہاء نہ رہی۔ بار بار فرماتے کہ حضرت صاحب مجھے پہچانتے بھی ہیں اور میرا نام بھی جانتے ہیں۔ (الفضل 15 نومبر 1947ء)

قادیان میں رخصتوں میں تشریف آوری کا یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ 1897ء میں حضرت مولوی صاحب بی اے پاس کرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے قادیان تشریف لے آئے اور ایک عاشق صادق کی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہو کر آپ کے دامن سے وابستہ ہوگئے۔ جیسے ہی

آپ قادیان تشریف لائے تو چونکہ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے بی اے کے امتحان میں امتیاز کے ساتھ پاس ہوئے تھے تو ایسی نمایاں کامیابی کی وجہ سے آپ کا انتخاب صوبہ میں اعلیٰ سول سروس کے لئے ہو گیا چنانچہ آپ کو قادیان میں ایک چٹھی ملی جس میں آپ کو بطور جج عہدے کی پیشکش کی گئی تھی لیکن آپ چونکہ خدمت اسلام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں دھونی رمانے کا عزم کر چکے تھے اس لئے فوراً اس چٹھی کو پھاڑ کر پھینک دیا کہ مبادا آپ کے والد صاحب کو علم ہو اور وہ اس عہدے کو قبول کرنے کے لئے اصرار کریں۔ کیسی سچی محبت اور جان نثاری کا نمونہ ہے جو حضرت مولوی صاحب نے عین جوانی کے عالم میں دکھایا کہ ایک بڑے دنیوی عہدے کو محض للہ ٹھکرا کر مسیح و مہدی کے در کے غلام ہو گئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے اس سادہ اور جاں نثار صحابی کے ساتھ بہت شفقت کا سلوک فرمایا۔ اور حضرت مولوی صاحب کے والد صاحب سے جو اس موقع پر ساتھ تھے فرمایا کہ آپ بے شک چلے جائیں ہم خود ان کا خیال رکھیں گے۔ اور حضرت مولانا سے ارشاد فرمایا کہ 'شیر علی دودھ بہت پیا کرو' حضور کا یہ ارشاد آپ نے یوں گرہ سے باندھا کہ بعض اوقات روٹی بھی نہ کھاتے صرف دودھ پی لیا کرتے۔ چنانچہ آپ کی صاحبزادی کی روایت ہے کہ حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ چوبیس گھنٹے میں سولہ سیر دودھ تک پی لیا کرتے تھے۔

(سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ از ملک نذیر احمد صاحب ریاض صفحہ 25)

حضورؑ کی توجہ اور دعاؤں سے رفتہ رفتہ صحت بہت اچھی ہو گئی تھی چنانچہ نصف صدی تک آپ کو خدمات دینیہ کی توفیق ملی۔

یوں تو حضرت مولوی صاحبؓ کی زندگی کا لمحہ لمحہ اسلام کی خدمت اور سربلندی کے لئے وقف تھا لیکن خدمات دین کے اعتبار سے آپ کے زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور قادیان آنے کے فوراً بعد کا ہے جب آپ کو تعلیم الاسلام ہائی سکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا۔ آپ نے اس فریضہ کو اس خوش اسلوبی اور محبت سے سرانجام دیا کہ آپ کے تلامذہ جن میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور دیگر بہت سے بزرگان کے نام نامی بھی آتے ہیں آپ سے انتہائی محبت کرتے تھے۔

اس ضمن میں حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحبؓ کی ایک روایت کو مختصراً پیش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ مجھے اول بار حضرت مولوی شیر علی صاحب کی زیارت کا موقع ستمبر 1905ء میں نصیب ہوا۔ جب میں سکول کی تعطیلات میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ قادیان حاضر ہوا...... ایک دن چوک میں ایک یکّہ کے پہنچنے پر ہر سمت سے مدرسہ کے طلباء جو چوک کے آس پاس کہیں موجود تھے مولوی صاحب ، مولوی صاحب پکارتے ہوئے یکہ کے گرد آ جمع ہوئے۔ ان سب کے چہرے خوشی اور شوق سے دمک رہے تھے۔ مجھے محسوس ہوا کہ یکہ میں آنے والے صاحب کوئی ایسے بزرگ ہیں جو ان بچوں کو حد درجہ محبوب ہیں...... غرض شوق اور ادب کا ایک دلچسپ مظاہرہ تھا جو میرے دیکھنے میں آیا اور جواب تک میری نظروں کے سامنے ہے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ آنے والے بزرگ حضرت مولوی شیر علی صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہیڈ ماسٹر ہیں اور یہ طالب علم جو پروانوں کی طرح ان کے گرد جمع ہو گئے ہیں ان کے شاگرد ہیں تو میری حیرت کی انتہاء نہ رہی...... محبت اور شوق کا یہ نظارہ جو میں نے دیکھا ایک نہایت غیر معمولی بلکہ ایک نادر تجربہ تھا۔ اسی ایک واقعہ سے حضرت مولوی صاحب مرحوم کے بلند اخلاق اور مدارج تقویٰ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ (سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحب صفحہ 126)

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ جن کو آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا فرماتے ہیں: 'وہ صرف معلّم ہی نہیں تھے بلکہ مربی اور والدین سے بڑھ کر مربی۔ اسی تربیت کا میری روح پر اثر ہے کہ میں روزانہ ان کے لئے دعا کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔' پھر آپ کے سمجھانے کے ایک خوبصورت انداز کے متعلق مزید روایت کرتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب ہر ضروری مسئلہ پر اپنا ہاتھ میرے کان کی طرف بڑھاتے اور باریک سی چٹکی لے کر فرماتے یاد رکھنا کہ اس مسئلہ پر شیر علی نے کان کھینچے تھے۔ (ایضاً صفحہ 199)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں: ''حضرت مولوی صاحب کا ہر شاگرد گویا آپ کا عاشق زار تھا کیونکہ ان کے وجود میں طلباء کو نہ صرف ایک قابل ترین استاد مل گیا تھا بلکہ شفیق ترین باپ بھی میسر آ گیا تھا۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ ان کے شاگرد جن میں یہ خاکسار بھی شامل ہے بسا اوقات ان کے ذکر سے قلوب میں رقت اور آنکھوں میں آنسو محسوس کرتے ہیں۔'' (ایضاً صفحہ 4)

آپ کی خدمات جلیلہ کا دوسرا دور وہ ہے جب حضرت مولوی صاحب ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اس وقت آپ کے قلم سے ایسے عظیم الشان مضامین نکلے جو سلسلہ کے لٹریچر میں ایک خاص شان رکھتے ہیں۔ یہ ٹھوس اور عالمانہ مضامین اس قدر بلند پایہ تھے کہ غیر بھی آپ کے علمی مقام کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ کا مضمون 'مہدی آخر الزمان' 1908ء میں پانچ شماروں میں شائع ہوا۔ 1909ء اور 1910ء کے پرچوں میں بالاقساط شائع ہونے والے مضمون 'اشاعت اسلام' کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ امرتسر کی ایک مشہور فرم 'وکیل بک ایجنسی' نے اسے کتابی شکل میں وسیع پیمانے پر شائع کیا۔ یہ مضمون ریویو کے قریباً 320 صفحات پر پھیلا ہوا تھا۔

آپ کا اس دور کا ایک اور عظیم الشان علمی کارنامہ کتاب 'ینابیع الاسلام' کا جواب ہے۔ یہ کتاب چرچ مشن سوسائٹی کی طرف سے جلفہ ایران میں تعینات ایک پادری W.St.Clair-Tisdall نے فارسی زبان میں لکھی۔ اس کتاب کو مشہور مستشرق ولیم میور نے پادری فینڈر (مصنف میزان الحق) کی علمی خدمات کے برابر قرار دیا اور خود اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ 'The Sources of Islam' کے نام سے کیا۔ مصنف نے اس کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کریم دراصل خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوا بلکہ معاذ اللہ حضرت نبی کریم ﷺ نے اسے عرب کے یہودیوں اور عیسائیوں سے سن کر ترتیب دیا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے 1910ء اور 1911ء کے ریویو کے پرچوں میں اس کا ایسا تحقیقی اور مدلّل جواب دیا کہ اس کے تمام تار و پود بکھیر کر رکھ دیے۔ اسی طرح اسلام میں ارتداد کی سزا کے موضوع پر آپ کی معرکۃ الآرا تصنیف آپ کی علمی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1926ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت مولوی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''پھر مولوی شیر علی صاحب ہیں...... ایک تو

ان کی انگریزی کی قابلیت وہ چیز ہے جو اوروں میں نہیں۔ اس کے علاوہ یہ قابلیت ان میں ہے کہ وہ مضمون پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ ان کے مضمون پڑھنے والے دوستوں نے دیکھا ہوگا کہ وہ کس طرح مضمون کی باریکیوں تک جا پہنچتے ہیں اور کوئی پہلو اس کا باقی نہیں چھوڑتے۔ پھر جب وہ یہاں ملازم ہوئے ہیں۔ ان کا نام منصفی (سب ججی) میں جا چکا تھا اور یہاں وہ بیس روپے میں لگے تھے۔'' (انوار العلوم جلد 9 صفحہ 421)

پھر مختلف ادوار سے گزرتی ہوئی آپ کی زندگی اس منزل تک آ پہنچی جہاں آپ کے سپرد وہ کام کیا گیا جس سے آپ کو طبعی مناسبت تھی یعنی قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ اور اس کی تفسیر کا کام۔ جسے آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک نہایت خوبی، ہتندہی، دلی جوش اور محبت کے ساتھ کرتے رہے۔ ترجمہ کے اس کام کے سلسلے میں ایک طرف تو آپ خدا کے آستانے پر گر کر نہایت لجاجت سے خدا سے استعانت طلب کرتے تو دوسری طرف اپنی تمام علمی اور ذہنی طاقتوں کو بروئے کار لاتے۔

چنانچہ ایک دوست جن کو 1939ء میں کچھ دن حضرت مولوی صاحب کے ساتھ ترجمۃ القرآن انگریزی کے دفتر میں خدمت کرنے کا موقع ملا بیان کرتے ہیں کہ ''آپ ترجمۃ القرآن کا کام شروع کرنے سے بیشتر وضو کرتے اس کے بعد اس کثرت سے تسبیح، استغفار اور دعا کرتے تھے کہ میں یہ منظر دیکھ کر حیران رہ جاتا اور سوچتا کہ آپ اتنی لمبی دعاؤں کے ساتھ اس عظیم الشان کام کو کس طرح ختم کر سکیں گے۔'' (سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحب صفحہ 249)

اسی طرح ایک اور دوست جن کو ترجمۃ القرآن کے دفتر میں کچھ عرصہ ٹائپنگ کا موقع ملا انہوں نے بتایا کہ جب ٹائپ کرنے کے لئے حضرت مولوی صاحب کے تحریر کردہ کاغذات ان کو دئے جاتے تو انہیں یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوتی کہ ان نوشتہ کاغذات میں انگریزی تحریر کے معاً بعد قریباً پورا ایک ایک صفحہ یا کبھی اس سے بھی زیادہ بالعموم اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ لکھا ہوتا۔ اور اس کے فوراً بعد انگریزی کی تحریر شروع ہو جاتی۔ (ایضاً صفحہ 221)

گویا جب بھی اس مقدس کام میں کوئی مشکل پیش آتی تو زبانی اور تحریری استغفار شروع کر کے خدا کے حضور ہمہ تن التجا بن جاتے۔ اور پھر جب وہ مشکل دور ہو جاتی تو دوبارہ تحریر کا کام شروع کر دیتے۔ ترجمۃ القرآن کے اس کام کے سلسلے میں آپ کو 1936ء میں انگلستان بھی بھجوایا گیا جہاں آپ تین سال یہ کام سرانجام دیتے رہے۔ پھر جنگ کے خطرہ کی وجہ سے آپ حسب ارشاد واپس تشریف لے آئے اور بالآخر قادیان واپس آ کر اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

آپ کی اس بے نظیر خدمت پر اس سے بڑا خراج تحسین کیا ہو سکتا ہے کہ خود سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دیباچہ تفسیر القرآن کے آخر میں 'شکریہ و اعتراف' کے عنوان کے تحت تحریر فرمایا: ''میں اس دیباچہ کے آخر میں مولوی شیر علی صاحب کی ان بے نظیر خدمات کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے باوجود صحت کی خرابی کے قرآن کریم کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے متعلق کی ہیں۔''

آپ کی عزیز ترین خواہش تھی کہ ترجمہ کا یہ کام آپ کی زندگی میں ختم ہو جائے۔ چنانچہ جیسے ہی یہ کام ختم ہوا تو قادیان سے ہجرت کا سانحہ پیش آ گیا۔ خدا کے پیارے مسیح کی وہ مقدس بستی جس کی محبت میں آپ نے عین جوانی میں بڑی بڑی ملازمتوں کو بھی ٹھکرا دیا تھا اس کی جدائی آپ کیلئے بہت بڑا صدمہ تھی۔ ہجرت کے معاً بعد ہی آپ شدید بیمار ہو گئے اور کمزوری شدت اختیار کرتی گئی۔ اور بالآخر 13 نومبر 1947ء کے دن مسیح موعودؑ کا یہ جلیل القدر روحانی فرزند اور قرآن کا عاشق لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے پیارے الفاظ کا ورد کرتے ہوئے اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جلسہ سالانہ 1947ء کے موقع پر آپکی وفات کا ذکر نہایت افسوس کے ساتھ کرتے ہوئے فرمایا: ''میں سمجھتا ہوں انہیں قادیان سے نکلنے کا جو صدمہ پہنچا تھا اس کو وہ برداشت نہیں کر سکے۔'' (انوار العلوم جلد 19 صفحہ 371)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دنیا سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اُس عالم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اسے چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا۔'' (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34)

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کا وجود وہ مبارک وجود تھا جن کی نیک فطرت کو اُس عالم کا حصہ عطا کیا جاتا ہے۔ اور جنہوں نے خدا کے پیارے مسیح کو قبول کر کے اس خدا سے پیوند کر لیا جس نے مسیح موعود کو مبعوث کیا تھا۔ اور اس چراغ کی روشنی سے وافر حصہ پایا جو مسیح موعودؑ کے ہاتھ میں دیا گیا تھا۔ خدا کی محبت آپ کے رگ و پے میں اس طرح سرائیت کئے ہوئے تھی کہ ہر وقت آپ کی زبان ذکر الٰہی سے تر رہتی۔ ہر دیکھنے والا اس بات کی گواہی دیتا نظر آتا ہے کہ آپ کے چہرہ پر عشق الٰہی کا نور برستا تھا۔ اور یہی تو اولیاء اللہ کی نشانی ہوتی ہے۔ 'عشق الٰہی وسّے منہ تے ولیاں ایہہ نشانی'۔

اس ضمن میں محترم ملک غلام فرید صاحب کی ایک روایت اختصار سے پیش کرتا ہوں: ''حضرت مولوی صاحب کے کیریکٹر میں سب سے بلند مقام آپ کے زہد و تعبد کو حاصل تھا۔ قادیان کے مرد عورتیں اور بچے سب آپکی عبادت گزاری سے واقف تھے...... 1947ء کے آغاز میں ہم تفسیر القرآن انگریزی کے کام کے سلسلے میں احمدیہ ہوسٹل لاہور میں مقیم تھے اور ہمیں پروفوں کے پڑھنے میں بعض دفعہ چودہ پندرہ گھنٹے متواتر کام کرنا پڑتا تھا۔ میرا تو تھکان سے یہ حال ہو جاتا کہ بعض اوقات عشاء کی نماز سے پہلے ہی میری آنکھ لگ جاتی اور پھر بارہ بجے اور ایک بجے رات اٹھ کر میں نماز عشاء پڑھتا۔ ان دنوں جب میں رات کے کسی بھی حصہ میں اٹھا میں نے حضرت مولوی صاحب کو ہوسٹل کی مسجد میں مصروف عبادت دیکھا۔ حضرت مولوی صاحب مجھ سے عمر میں بائیس تیئس سال بڑے تھے لیکن اس پیرانہ سالی میں بھی وہ جوان ہمت تھے۔ اور عبادت گزاری میں تو جوان بھی ان کا کہاں مقابلہ کر سکتے تھے...... (وہ بیان کرتے ہیں اور یہ جملہ سننے کے لائق ہے کیونکہ یہ ایک ایسے قریبی ساتھی کی گواہی ہے جنہیں حضرت مولوی صاحب کے ساتھ لمبا عرصہ کام کرنے کا موقع ملا) اگر میں لکھوں کہ حضرت مولوی صاحب کی ساری زندگی ایک مستقل سجدہ تھی تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ (سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحب صفحہ 48)

آپ کی نمازوں کی خوبصورتی اور حسن کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: ''پھر حضرت مولوی شیر علی صاحب تھے۔ سادہ سیدھے مزاج کے انسان، فرشتہ صورت، فرشتہ سیرت، کم گو اور جہاں تک نماز کا تعلق ہے، بہت مختصر نماز پڑھاتے۔ لیکن اپنی نماز کا یہ حال تھا کہ بعض دفعہ میں نے دیکھا ہے ساتھ

کھڑے ہو کر سنتیں بھی پڑھیں وتر بھی پڑھے اور حضرت مولوی صاحب ابھی پہلی رکعت میں ہی کھڑے ہیں۔ اور ان کے رکوع سے پہلے میں اپنی ساری نماز ختم کر لیا کرتا تھا۔ اور آپکے ہلکے ہلکے پڑھنے کی آوازیں کانوں میں آیا کرتی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ اکثر وہ اھدنا الصراط المستقیم پر اس طرح اٹک جاتے جس طرح ریکارڈ کی سوئی اٹک جائے۔ اتنا پڑھتے تھے اتنا پڑھتے تھے کہ گویا ابھی دل کی تسکین نہیں ہوئی۔ اے اللہ میں صراط مستقیم مانگ رہا ہوں۔ صراط مستقیم مانگ رہا ہوں کہتے چلے جاتے تھے۔'' (جلسہ سالانہ ماریشس سے خطاب 20 دسمبر 1993ء بحوالہ نجم الہدیٰ صفحہ 8)

حضرت مولوی صاحب کی شب بیداری، فرائض اور نوافل میں اپنے مولا کے حضور آہ و زاری اور ان میں انقطاع الی اللہ کی مکمل کیفیت۔ یہ وہ نظارے تھے جو قادیان میں رہنے والے ہر بڑے چھوٹے کے مشاہدے میں تھے۔ آپ کا دستور تھا کہ آپ ہر روز اپنے محبوب آقا کی یاد میں مسجد مبارک کے اس حصہ میں چاشت کے نوافل ادا کرنے کے لئے تشریف لے جاتے جہاں حضرت مسیح موعودؑ نماز ادا کیا کرتے تھے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں: ''حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحوم میں میں نے جو رنگ للّٰہیت کا دیکھا اور جس قسم کی بے نفسی ان کے وجود میں پائی جاتی تھی وہ دوسری جگہ بہت کم نظر آتی ہے۔ دعاؤں میں انتہائی شغف، عبادات میں ایسی لذت کہ گویا روح ہر وقت آستانہ الٰہی کی طرف شوق سے جھکی جاتی ہے ......اس سوز اور درد کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے کہ جیسے ایک ہنڈیا چولہے پر ابل رہی ہو۔ اگر مجھ سے کوئی شخص حضرت مولوی صاحبؓ کے متعلق یہ پوچھے کہ ان کی سب سے نمایاں صفت کیا تھی تو میں یہی کہوں گا کہ دعاؤں اور عبادات میں شغف۔'' (سیرت حضرت مولانا شیر علی صفحہ 2،3)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاک وجود سے آپ کی محبت اور عشق آپ کی سیرت کا ایک اور تابناک باب ہے۔ آپ کے دل میں عشق و محبت کا ایک چشمہ ابل رہا تھا اور اخلاص و وفا کا ایک سمندر آپ کے سینے میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا یہ جان نثار غلام سو سو جان سے آپ پر قربان ہوتا اور آپ کی خدمت کے ہر موقع کو سعادت عظمیٰ سمجھتا۔ چنانچہ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایسی عاشقانہ محبت تھی کہ جب دوسرے گریجوایٹ اور صاحب حیثیت لوگ حضورؑ کی آمد پر بیٹھے رہتے، مولوی شیر علی صاحب عشق و محبت سے معمور دل کے ساتھ آگے بڑھ کر حضور کا جوتا اٹھا لیتے اور نماز سے فراغت کے بعد جب حضور رخصت ہونے لگتے تو حضور کو جوتا پہنانے میں ایک سرور کی کیفیت محسوس کرتے۔

(سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحب صفحہ 294)

اسی طرح کی ایک اور ایمان افروز روایت حضرت سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوریؓ کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں حضرت مولوی صاحب تشریف لائے۔ ''آپ عموماً اخیر میں آکر جوتوں کے پاس ہی بیٹھ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ وہیں بیٹھے جہاں آپؑ کی گرگابی پڑی تھی۔ جلدی سے آپ نے اپنا عمامہ اتارا جو دودھ کی طرح سفید تھا اور نہایت محبت سے اس کے پلو سے حضور کے جوتوں کی گرد صاف کرنے لگے۔ صاف کرنے کا انداز بتا رہا تھا کہ آپ انتہائی ذوق و شوق اور محبت کے بھرپور جذبے سے اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔'' (ایضاً صفحہ 155)

یہ عشق و وفا کا کیسا عجیب اور منفرد انداز ہے اور کتنا گہرا ادراک ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عالی مقام کا کہ یہ نیک فطرت نوجوان مہدی دوراں کے جوتے اپنے عمامے سے صاف کرنا عین سعادت جانتا ہے اور مسیح موعودؑ کے مقدس دامن سے وابستگی کو ایسا اعزاز سمجھتا ہے کہ جس کے سامنے دنیا کی بادشاہتیں ہیچ ہوں۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے ایک سوال کرنے والے دوست کو جن کے والد حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی تھے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ کیا آپکے والد بزرگوار کو جو صحابیت کا مقام حاصل تھا اسکے سامنے بادشاہت کی کوئی قیمت ہے؟ (بلاشبہ نہیں)

(ایضاً صفحہ 142)

ایک سچے عاشق کے لئے اپنے محبوب کا قرب دل کے سکون اور خوشی کا باعث ہوتا ہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کی حضرت اقدسؑ سے محبت بھی اسی طرز کی تھی کہ آپ حضورؑ کی مجلس میں آکر دنیا کے تمام ہموم وغموم سے بے نیاز ہو کر دلی خوشی اور اطمینان پاتے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ آپ کی اس دلی کیفیت کے آئینہ دار ہیں۔ فرمایا: ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت اور مجلس میں بیٹھنے سے دل میں خوشی اور بشاشت اور اطمینان پیدا ہوتے تھے اور خواہ انسان کتنا بھی متفکر اور غمگین یا مایوس ہو، آپ کے سامنے جاتے ہی قلب کے اندر مسرّت اور سکون کی ایک لہر دوڑ جاتی تھی۔'' (سیرت المہدی حصہ دوم۔ روایت نمبر 397)

یہ روایت ایک طرف تو بلاشبہ اس جذب اور کشش کی کیفیت کو ہمارے سامنے بیان کرتی ہے جو خدا کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کی نورانی شخصیت میں ودیعت کیا گیا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ حضرت اقدسؑ کی ذات سے مولوی صاحب کے والہانہ عشق پر بھی گواہ ہیں۔

حضرت اقدس علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے مبارک دور کی یاد میں اکثر بے قرار ہو جاتے۔ ایک دفعہ ایک دیکھنے والے نے آپ کو مسجد اقصیٰ کے ایک ستون کا سہارا لئے اشکبار حالت میں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کسی گہرے درد سے آنسوؤں کی لڑی بہہ نکلی ہے۔ دیکھنے والا خاموش رہا۔ اگلے دن کسی کے استفسار پر اپنے رونے کی وجہ یوں بتائی کہ ''ایک دفعہ میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اسی ستون کے ساتھ ٹیک لگائے دیکھا تھا۔ مجھے اس زمانے کی یاد نے تڑپا دیا اور ضبط نہ کر سکا اس لئے آبدیدہ ہو گیا۔'' (سیرت حضرت مولانا شیر علی صفحہ 133)

جب ہم اس قسم کی بے غرض محبت کے نظارے دیکھتے ہیں تو ہمارا دل اس یقین سے بھر جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو وعدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا تھا کہ اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّی کہ میں تیری محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالوں گا وہ بڑی شان کے ساتھ پورا ہوا اور خدا نے ایسے جان نثار اور فدائی وجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا کئے تھے جو مہدی دوراں کے قدموں میں گزارے ہوئے چند لمحات کے بالمقابل دنیا کی بڑی سے بڑی چیز کو ایک مچھر کے برابر بھی اہمیت نہ دیتے۔ (حضرت اقدس علیہ السلام نے براہین کے زمانے کے اس الہام کے بطور نشان پورا ہونے کا ذکر حقیقۃ الوحی میں صفحہ 239 پر فرمایا ہے۔)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جب خدا تعالیٰ کے فضل سے قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا تو آپ نے خلفاء وقت کی محبت اور اطاعت کا وہ نمونہ

دکھایا کہ جو ہم سب کے لئے قابل تقلید ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک دوست نے اپنی ایک پریشانی میں آپ کو دعا کے لئے خط لکھا۔ آپ نے جواب دیتے ہوئے ان کو تسلی بھی دی لیکن ساتھ یہ نصیحت بھی لکھ کر بھیجی: ''آئندہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا کریں۔ مجھے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہم لوگ انہی کے فیض یافتہ ہیں۔'' (سیرت حضرت مولانا شیر علی صفحہ 300)

آپ اپنی تمام تر نیکی، تقویٰ اور علمی قابلیت کے باوجود خلیفہ وقت کی رائے کے بالمقابل اپنے خیالات کو کوئی وقعت نہ دیتے۔ اور جو بات امام وقت کی زبان مبارک سے نکلتی اسی کو درست جانتے۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ نے محترم چوہدری شبیر احمد صاحب سے فرمایا: ''ہمارے نزدیک تو وہی تفسیر یا مطالب قابل قبول ہونگے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی تفسیر سے مطابقت رکھتے ہونگے۔'' (ایضاً صفحہ 135)

ایک مرتبہ حضرت حافظ روشن علی صاحب نے آپ سے ایک اردو محاورہ کے درست یا غلط ہونے کے متعلق استفسار کیا۔ اس محاورہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنی ایک تحریر میں استعمال فرما چکے تھے۔ آپ نے بے ساختہ جواب دیا: ''جب حضرت صاحب نے یہ محاورہ استعمال کیا ہے تو اگر اردو میں اس سے قبل نہ بھی بولا جاتا ہو تو بھی اب یہ محاورہ بن گیا ہے۔ (ایضاً صفحہ 136)

آپ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں پر مکمل عبور رکھتے تھے اور بہترین انشاء پرداز تھے اور یقیناً آپ اس محاورہ کے استعمال پر ٹھوس بحث کر سکتے تھے لیکن آپ کا جواب امام وقت کی اطاعت اور محبت کا جو مثالی رنگ لئے ہوئے ہے اس کی نظیر تلاش کرنا مشکل ہے۔

اسی طرح خلفائے کرام کا بھی آپ سے انتہائی پیار اور اعتماد کا تعلق تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب کبھی قادیان سے باہر تشریف لے جاتے تو مرکزی مقامی امیر آپ کو ہی مقرر فرماتے۔ 1924ء کے سفر یورپ کے دوران بھی حضور نے آپ کو ہی ہندوستان کا امیر مقرر کیا تھا۔ جب مجلس انصار اللہ کا آغاز ہوا تو آپ ہی کو اس کا پہلا صدر مقرر کیا گیا۔ لیکن آپ اپنی تمام تر دینی اور دنیوی وجاہت کے باوجود اپنے لباس، رفتار و گفتار اور طور طریق میں انتہائی سادہ تھے۔ آپ کی بے پناہ سادگی کا اندازہ تو اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ وہ دو انگریز افسر جو ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر کی علمی قابلیت سے متاثر ہو کر آپ سے ملنے کے لئے قادیان آئے اُن کی آپ سے ملاقات اس حالت میں ہوئی کہ آپ انتہائی سادہ دیہاتی لباس میں ملبوس اپنی بھینس چرا رہے تھے۔ وہ دونوں یہ بات دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور بے ساختہ اُن کی زبان سے نکلا کہ ہم تو سمجھے تھے ریویو کا ایڈیٹر کوئی انگریز ہوگا۔ (ایضاً صفحہ 190)

آپ کی عاجزی اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ ایک دعوت ولیمہ میں تشریف لے گئے جہاں منتظمین آنے والے مہمانوں کو ان کے مرتبہ کی مناسبت سے نشستوں پر بٹھا رہے تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے یہ بات دیکھی تو منتظمین کو خبر ہونے سے بہت قبل تیزی سے گزر کر دار الشیوخ کے مساکین کے ساتھ جا کر تشریف فرما ہو گئے۔ گویا معززین کی نشستوں کو چھوڑ کر غرباء اور مساکین کے ساتھ بیٹھنے کو ترجیح دی۔ (ایضاً صفحہ 191)

ایسا کیوں نہ ہوتا۔ یہ پیارے بزرگ تو اس برگزیدہ رسول ﷺ سے فیض یافتہ تھے جس نے دنیا کی وجاہتوں سے منہ پھیر کر الفقر فخری کا علم بلند کیا تھا۔

پھر آپ کے متعلق تو ویسے بھی یہی روایت ملتی ہے کہ انتہائی عاجزی سے مجلس کی جوتیوں میں بھی بیٹھ جایا کرتے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک عزیز نے جو کہ ابھی صرف نو دس سال کے تھے آپ سے پوچھا کہ چا چا جی! لوگ تے اگے ودھ ودھ کے بیندھے ہن۔ تسی کیوں جتیاں وچ بیندھے او؟' یعنی چچا جان لوگ تو آگے بڑھ بڑھ کر اپنی جگہ تلاش کرتے ہیں۔ آپ کیوں جوتیوں میں بیٹھتے ہیں۔ اس پر حضرت مولوی صاحبؓ کا جواب ملاحظہ ہو۔ فرمایا: 'بچو میں تے جتیاں وچ ہی کھٹیا اے' یعنی بیٹا میں نے تو جوتوں میں ہی رہ کر سب کچھ حاصل کیا ہے۔ (ایضاً صفحہ 195)

سبحان اللہ! اپنے پیارے آقا کی نصیحت کو آپ نے کیسے پلے سے باندھ لیا تھا کہ

تکبر سے نہیں ملتا وہ دلدار ملے جو خاک سے اس کو ملے یار
پسند آتی ہے اس کو خاکساری تذلّل ہے رہِ درگاہِ باری

عاجزی اور انکساری کے ساتھ ساتھ مخلوق خدا کی ہمدردی اور غربا پروری بھی آپ کی سیرت کا ایک نمایاں وصف تھا۔ خدا نے آپ کو ایک ایسا دل عطا کیا تھا جو غرباء کی امداد اور ان کی ضروریات کی فراہمی میں روحانی حظ اٹھاتا تھا۔ آپ کے اس وصف کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ جہاں آپ نے اپنے گھر کی دودھ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دو تین بھینسیں رکھی ہوئی تھیں وہاں ایک گائے صرف غرباء کے بچوں کے لئے رکھی ہوئی تھی تا کہ ان کو خالص گائے کا دودھ مہیا کیا جاسکے۔ (سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحب صفحہ 35)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں: ''مولوی صاحبؓ کی روحانیت حقیقتاً ایک نہایت ہی ارفع اور بلند مقام کی روحانیت تھی جسے ایک طرف خدا تعالیٰ کے ساتھ انتہائی اتصال حاصل تھا اور دوسری طرف مخلوق خدا کی ہمدردی اس کا جزو اعظم تھی۔'' (ایضاً صفحہ 3)

پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی تو انفلوئنزا کی وباء پھیل گئی۔ آپ کے اپنے گھر میں آپ کی بارہ سالہ صاحبزادی اور آپ کے سوا سب صاحب فراش تھے۔ آپ نے اپنی صاحبزادی کو ارشاد فرمایا کہ تم دودھ دوہنا سیکھو، چنانچہ انہوں نے یہ کام سیکھ لیا۔ وہ آپ کے ارشاد کے مطابق دودھ کو جوش دے کر آپ کے سپرد کرتیں اور آپ دودھ غرباء کے گھروں میں لے جا کر تقسیم کرتے۔ (ایضاً صفحہ 35) اس کے علاوہ غرباء کے گھروں میں جا کر انہیں بڑی محبت سے بلاتے کہ میں نے ٹیکے منگوائے ہیں اور ڈاکٹر کو بھی بلایا ہے۔ آپ لوگ آکر ٹیکے لگوالیں۔ اور اس طرح کئی لوگوں نے اس مشکل وقت میں آپ کی اس بے لوث خدمت سے فائدہ اٹھایا۔ (ایضاً صفحہ 232)

ایک روز سخت سردی کے ایام میں نماز فجر کے لئے تشریف لائے تو اٹلی کا بنا ہوا ایک نیا اور نفیس کمبل زیب تن کیا ہوا تھا۔ نماز ادا کرنے کے بعد سردی میں ٹھٹھرتے ہوئے ایک غریب مسافر کو دیکھا تو فوراً وہ کمبل اتار کر اسے پہنا دیا اور خود اس شدید سردی میں بغیر کمبل کے ہی گھر تشریف لے گئے۔ (ایضاً صفحہ 278)

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقدس وجود روحانی اعتبار سے اس پتھر کی مانند تھا جس کو چھونے والی ہر چیز سونا بن جاتی ہے۔ آپؑ کے حلقہ ارادت میں جو بھی شامل ہوا اس کی دنیا ہی بدل گئی۔ ان شامل ہونے والوں نے حضور کی قوت قدسی کی برکت سے مدارج تقویٰ میں یوں ترقی کی کہ آخرین ہو کر

باقی صفحہ 10 پر ملاحظہ فرمائیں

انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

''درویشانِ احمدیت''

''درویشانِ احمدیت'' (مؤلفہ مکرم ومحترم فضل الٰہی انوری صاحب) کا تعارف گزشتہ شمارہ میں شامل اشاعت کیا گیا تھا اور اس سلسلۂ کتب کے حصہ سوم کے ایک باب سے چند منتخب واقعات ہدیۂ قارئین کئے جارہے تھے۔ ذیل کا مضمون گزشتہ شمارہ میں بیان کردہ مضمون کا ہی تسلسل ہے۔

☆ حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ عالم بے بدل ہونے کے علاوہ تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ کو رؤیائے صالحہ اور کشوف کی بنا پر قبول احمدیت کی سعادت عطا ہوئی۔ اس پر علاقہ کے علماء کو سخت دھچکا لگا اور آپؓ کے خلاف قتل کی سازش ہونے لگی۔ چنانچہ علاقہ کے ایک رئیس 'خواجہ فتح جو' کو اُکسایا گیا کہ وہ ایک مباحثہ میں بلاکر دھوکہ سے آپؓ کو قتل کروادے۔ رئیس نے آپؓ کے ماموں زاد بھائی اکرم خان کو ساتھ ملایا اور ایک بڑی رقم پولیس کو بھی دی تاکہ وہ اس معاملہ سے دُور رہے۔ لیکن خدا کی تقدیر بھی حرکت میں آچکی تھی چنانچہ اکرم خان جب پولیس کو رقم دے کر واپس آرہا تھا تاکہ مباحثہ میں شامل ہوکر اپنا کام کرے تو راستہ میں ایک رات گزارنے کے لئے اپنی بیٹی کے ہاں ٹھہرا۔ لیکن صبح اُس کے بیدار نہ ہونے پر دروازہ توڑا گیا تو وہ اس حالت میں تھا کہ پاجامہ میں ایک پاؤں ڈالنے کے بعد دوسرا پاؤں ڈالتے ہوئے اُس کا دَم نکل گیا تھا۔

☆ حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ ''سبز پگڑی والے'' تحریک شدھی میں ہندو بنانے والوں کا مقابلہ کرنے کے لئے رضاکارانہ طور پر تشریف لے گئے تو آگرہ کے قریب گاؤں میں مسلمانوں نے آریوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ آپؓ بھی مناظرہ دیکھنے کے لئے وہاں تشریف لے گئے لیکن مسلمان علماء وہاں نہ آئے۔ اس پر مسلمانوں نے آپؓ سے درخواست کی کہ آپؓ ہی ان آریوں سے بات کریں ورنہ ہماری سبکی ہوجائے گی۔ چنانچہ آپؓ نے مناظرہ میں آریہ پنڈتوں کو لاجواب اور شرمسار کردیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر آریوں نے ایک خفیہ میٹنگ بلائی کہ آپؓ کی موجودگی میں تو ہم کسی مسلمان کو شدھ نہیں کرسکیں گے اس لئے آپؓ کو راستہ سے ہٹایا جائے۔ چنانچہ ایک ٹھاکر بھوپ سنگھ کو یہ لالچ دے کر آپؓ کے قتل پر آمادہ کیا گیا کہ اُس کا دو ہزار روپیہ کا قرض معاف کردیا جائے گا۔ دوسری طرف اس پنچایت کی خفیہ کارروائی کی خبر آپؓ کو ایک ایسے رئیس نے پہنچادی جس کی بیٹی کا آپؓ نے کچھ عرصہ پہلے علاج کیا تھا اور وہ آپؓ کا ممنون احسان تھا۔ اس کے بعد بھوپ سنگھ بھی آپؓ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ مولوی صاحب! کدھر کا دورہ کرنا ہے۔ پھر کہا کہ اُس نے ایک محفل میں ناچ کا پروگرام رکھا ہے اور آپؓ بھی اُس میں آئیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ مَیں تو دوسروں کو بھی اس کام سے روکتا ہوں اس لئے خود کیسے آسکتا ہوں۔ اس پر وہ چلا گیا لیکن پھر پتہ چلا کہ رات کو محفل میں آگے بیٹھنے پر اُس کی کچھ نوجوانوں سے لڑائی ہوگئی۔ لوگوں نے وہاں تو بیچ بچاؤ کروادیا لیکن اگلے روز جب بھوپ سنگھ لوہار کی دکان پر بیٹھا تھا کہ تین نوجوان وہاں پہنچے اور لاٹھیاں مار مار کر بھوپ سنگھ کا کام تمام کردیا۔

☆ حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ملکانہ میں قیام کے دوران ایک دفعہ نواب بقاء اللہ خان صاحب نے مجھے رقعہ بھیجا کہ میرے ماموں مولوی ہیں اور آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ مَیں چند دوستوں کے ہمراہ چلا گیا اور وہاں نواب صاحب کے ماموں سے بات ہوئی تو وفات عیسیٰ کے عقلی دلائل پر انہوں نے خاموشی اختیار کرلی۔ اس پر نواب صاحب طیش میں آگئے کہ میرے ماموں کی ہتک ہوئی ہے اور مَیں قادیانی مولوی کو قتل کردوں گا۔ چنانچہ وہ اندر سے بندوق لے آئے جسے میرے ساتھ آئے ہوئے دوستوں نے چھین لیا۔ اس پر وہ تلوار کے ساتھ حملہ آور ہوئے۔ لڑکوں نے وہ تلوار بھی چھین لی۔ پھر دولڑکے مجھے میرے گھر چھوڑ گئے۔ یہ نواب صاحب اکثر حضرت اقدس علیہ السلام کو گالیاں بھی دیا کرتے تھے۔ بعد میں ان کو سزا اس طرح ملی کہ ایک ہندو نے جس کے ساتھ اُن کی پرانی دشمنی چلی آرہی تھی خود ہی اپنی ٹانگ میں گولی مار کر شور مچادیا کہ نواب صاحب نے اُن کو گولی ماردی ہے۔ اس پر نواب صاحب پر مقدمہ دائر ہوگیا اور انہیں بہت مالی نقصان اٹھانا پڑا اور چار سال کی سزا بھی بھگتنی پڑی۔

☆ حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ مزید فرماتے ہیں کہ کشمیر کے علاقہ بھدرواہ میں پہنچے مجھے دو ہی دن ہوئے تھے کہ ایک نوجوان نے مجھے بتایا کہ ایک پٹھان عبدالرحمٰن خان نے آپؓ کے قتل کی ذمہ داری لی ہے۔ مَیں نے کہا کہ اگر میری موت مجھے بھدرواہ لے کر آئی ہے تو مجھے کیا انکار ہوسکتا ہے۔ آپ کا شکریہ کہ مجھے اطلاع دی ہے اب یہ احسان کریں کہ اُس پٹھان کی نشاندہی بھی کردیں۔ چنانچہ اُس نوجوان نے مجھے ایک درزی کی دکان پر عبدالرحمٰن خان کو اشارہ سے دکھادیا اور مَیں واپس چلا آیا۔ واپسی پر مَیں دریا کے کنارے دعا کرتا چلا جارہا تھا کہ پیچھے مُڑ کر دیکھا تو عبدالرحمٰن پٹھان بھی آرہا تھا۔ مَیں وہیں کھڑا ہوگیا۔ جب وہ میرے پاس پہنچا تو مَیں نے کہا: خانصاحب آپ کی طبیعت اچھی ہے۔ اُس نے کہا: اچھی ہے۔ مَیں نے کہا: آپ کا اسم شریف عبدالرحمٰن خان ہے؟ اُس نے حیرت سے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا۔ مَیں نے کہا کہ آپ جیسا میرا ایک دوست کرنل عبدالرحمٰن خان ہے اس لئے محبت سے مَیں نے آپ کو اُسی نام کا سمجھا۔ وہ کہنے لگا کہ مَیں تو آپ کا مخالف ہوں۔ مَیں نے کہا کہ لیکن میرے دل میں تو آپ کی محبت جوش مار رہی ہے۔ اسی طرح باتیں کرتے ہوئے مَیں نے اُسے آنحضورﷺ کی حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں پیشگوئیاں بھی بتائیں تو وہ حیران ہوکر پوچھنے لگا کہ کیا آپ رسول پاک کو مانتے ہیں؟ مَیں نے کہا کہ رسول پاک کو منوانے کے لئے ہی تو مرزا صاحب آئے ہیں۔ کچھ مزید باتوں کے بعد وہ کہنے لگا کہ مَیں نے ابھی بیعت تو نہیں کی لیکن مَیں اب غیراحمدی بھی نہیں رہا۔ پھر وہ بولا کہ مغرب کے وقت ایک دوست کے ساتھ میرے ڈیرہ پر آئے گا۔ چنانچہ وہ آیا اور رات دو بجے تک گفتگو جاری رہی جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے چار افراد کی بیعت پر منتج ہوئی۔ اور پھر ایک قلیل عرصہ میں بھدرواہ کے 35 افراد نے بیعت کرلی جن میں پڑھے لکھے نوجوان زیادہ تھے۔

☆ حضرت حاجی محمد الدین صاحب تہالویؓ کو

1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر جہلم کے دوران بیعت کی سعادت عطا ہوئی۔ جب آپؓ بیعت کے بعد واپس لوٹے تو آپؓ کی اپنے علاقہ میں شدید مخالفت ہوئی اور قتل کی دھمکیاں ملنے لگی۔ آخر ایک دن قریبی بارہ دیہات سے لوگ اکٹھے ہو کر آگئے کہ آپؓ کو قتل کر دیں۔ آپؓ نے اُن سے کہا کہ اگر مارنا ہی چاہتے ہو تو پہلے مجھے دو نفل پڑھ کر دعا کرنے دو۔ پھر آپؓ قریبی مسجد میں چلے گئے اور دعا میں ایسے مشغول ہوئے کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہ رہا۔ باہر لوگ سمجھنے لگے کہ آپؓ ڈر گئے ہیں۔ جب کافی دیر کے بعد آپؓ باہر نکلے تو ایک گھوڑ سوار آتا دکھائی دیا۔ اس نے للکار کر کہا کہ اِس شخص کو کوئی ہاتھ تک نہ لگائے۔ وہ شخص اتنا بارعب معلوم ہوتا تھا کہ مجمع یہ سنتے ہی منتشر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی جان بچالی۔

☆ حضرت مولوی غلام حسین ایاز صاحب تحریک جدید کے تحت بھجوائے جانے والے پہلے وفد میں شامل تھے۔ آپ کو سنگاپور بھیجا گیا تھا۔ آپ بہت متقی، پرہیزگار اور صاحب رؤیا وکشوف تھے۔ آپ کی ولادت 1903ء میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کو 1891ء میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ محترم ایاز صاحب پرائمری کے بعد مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل ہوئے اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کر کے زندگی وقف کر دی۔ 1935ء میں آپ کو سنگاپور بھیجا گیا جہاں سے 1950ء میں واپسی ہوئی۔ شدید مخالفت کے باعث وہاں بارہا آپ پر قاتلانہ حملے ہوئے اور شدید زخمی بھی کیا گیا۔

1941ء میں ایک روز سنگاپور کی جامع مسجد میں ایک ہندوستانی مولوی عبدالعلیم صدیقی کا لیکچر تھا۔ محترم ایاز صاحب بھی وہ لیکچر سننے چند دوستوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ مولوی صدیقی نے جب جماعت احمدیہ کے عقائد کے بارہ میں غلط بیانی شروع کی تو آپ جرأت سے کھڑے ہوگئے اور اپنے بیگ سے قرآن کریم نکال کر مولوی صدیقی کو چیلنج کیا۔ مولوی صدیقی پہلے ہی مجمع کو مشتعل کر چکا تھا۔ یہ چیلنج سنتے ہی اُس نے اعلان کیا کہ یہ شخص کافر و مرتد ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ مجمع میں سے بعض لوگوں نے آپ کو مارنا شروع کیا اور پھر گھسیٹتے ہوئے مسجد کی سیڑھیوں تک لائے اور چودہ فٹ بلندی سے آپ کو نیچے گرادیا۔ آپ سر کے بل گرے اور لڑھکتے ہوئے سڑک پر جا گرے اور بیہوش ہوگئے۔ آپ کے سر کی ہڈی اور بازو کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ رات کا وقت تھا۔ اجنبی ملک اور اجنبی باشندے تھے۔ آپ کے دیگر احمدی دوستوں کو بھی مارا پیٹا گیا تھا اور وہ اپنی جان بچا کر موقع سے بھاگ گئے تھے۔ بظاہر محترم ایاز صاحب کی موت یقینی تھی۔ اسی اثناء میں ایک احمدی فوجی افسر کرنل تقی الدین صاحب اپنی فوجی جیپ میں وہاں سے گزرے اور انسانی ہمدردی کے تحت کسی کو سڑک پر گرا دیکھ کر جیپ روکی تو حیران رہ گئے کہ یہ تو محترم ایاز صاحب ہی تھے۔ چنانچہ آپ کو ہسپتال پہنچایا گیا جہاں لمبا عرصہ آپ زیرعلاج رہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے صحت اور زندگی عطا فرمائی۔

☆ حضرت مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب نے ''روح پرور یادیں'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے۔ آپ نے اپنے اور کئی دیگر مربیان کے ایمان افروز واقعات اس میں بیان کئے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب کی تبلیغ اور دعاؤں سے سیرالیون کے ایک پیراماؤنٹ چیف مسٹر بائیو (Bayo) مسلمان ہوگئے تو اُن کی ریاست کے پانچ صد افراد نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ ان افراد کی تربیت کے لئے مجھے ارشاد موصول ہوا کہ فوری طور پر لندن سے سیرالیون پہنچ جاؤں چنانچہ مَیں وہاں پہنچا۔ میرا قیام پیراماؤنٹ چیف کے بنگلے کے ہی ایک حصے میں تھا۔ پیراماؤنٹ چیف پہلے عیسائی تھے۔ اچانک وہ ایک مزمن بیماری میں مبتلا ہوگئے۔ جب حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحب نے انہیں اسلام کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے آپ کا اپنے ہیڈ پادری سے سرعام مناظرہ کرادیا جس میں عیسائیوں کو شکست ہوئی۔ جس پر چیف نے حضرت مولوی صاحب سے کہا کہ وہ اور اُن کی ریاست کے کئی لوگ اسلام قبول کرلیں گے بشرطیکہ آپ اُن کی صحتیابی کا ذمہ لے لیں۔ حضرت مولوی صاحب نے یہ شرط منظور کرلی اور مقامی جماعت کے ساتھ مل کر دعاؤں میں مصروف ہوگئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت اقدس میں بھی دعا کے لئے لکھ دیا۔ چند ہی روز میں خدا تعالیٰ نے معمولی دواؤں کے ذریعہ چیف بائیو کو شفا عطا فرمائی۔ جب اُن کی صحت کافی سنبھل گئی تو انہوں نے خود ہی اسلام قبول کرنے کی خواہش کی۔ حضرت مولانا موصوف نے اس شرط پر اُن کی خواہش ماننے پر رضامندی ظاہر کی کہ وہ شراب ترک کردیں گے اور چار سے زائد بیویاں بھی چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ان شرائط کو بخوشی تسلیم کرلیا اور اُن کی بیعت حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں بھجوادی گئی۔ حضورؓ نے اُن کی بیعت منظور فرماتے ہوئے اُن کا اسلامی نام صلاح الدین رکھا۔ جب مَیں وہاں پہنچا تو یہ حالات بھی معلوم ہوئے کہ چیف صلاح الدین کی ایک بیوی جو عیسائی ہے اور اُسے چیف صاحب کے عیسائیت چھوڑ کر مسلمان ہونے کا شدید افسوس ہے۔ بعد میں اُس عورت نے میرے ایک طالبعلم کو لالچ دے کر ایک انتہائی زہریلی بوٹی میرے کھانے میں ڈال دی۔ چونکہ میرا کھانا بھی طالبعلم پکاتے تھے اس لئے اُس لڑکے کے لئے یہ کام آسان تھا۔ لیکن اُسے ایسا کرتے ہوئے ایک دوسرے لڑکے نے دیکھ لیا اور مجھے خبر کردی کہ فلاں نے کوئی مشکوک چیز کھانے میں ڈال دی ہے۔ اس زہریلی بوٹی کو کھانے کے نتیجہ میں مریض پانی پی پی کر ایک ماہ میں مرجاتا ہے اور اُس کا پیٹ پھول جاتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس سازش سے مجھے باخبر کردیا تو مَیں نے اُس طالبعلم کو فارغ کرکے اُس کے علاقہ میں بھیج دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُس طالبعلم کو خاص طور پر نوازا جس نے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے مجھے اس سازش سے خبردار کیا تھا۔ وہ بعد میں تعلیم حاصل کرکے پہلے کئی پرائمری سکولوں کا ہیڈ ماسٹر بنتا رہا اور آخر میں ایک ہائی سکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا۔

☆ 1974ء میں جب پاکستان میں احمدیوں کے خلاف ملّاؤں کے خونی فسادات جاری تھے تو ایک احمدی مربی محترم مولوی عبدالوہاب احمد صاحب شاہد اُن ایام میں ساہیوال میں متعین تھے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہ عاجز حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؒ نے فرمایا کہ آپ کے نائب امیر ضلع کہتے ہیں کہ اپنے مربی سلسلہ کو سمجھائیں کہ وہ احتیاط کیا کریں۔ یہ اپنے آپ کو بڑے بڑے خطرات میں ڈال دیتے ہیں، کیا کرتے ہیں آپ؟۔ عاجز نے عرض کی: حضور! جہاں اکا دکا احمدی گھروں کو جلوس والے گھیرے میں لے لیتے ہیں وہاں اُن کی تسلی کے لئے پہنچتا ہوں اور اُن کی حفاظت کی کوشش کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضورؒ نے دعا دی اور فرمایا: ''وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ۔ اللہ آپ کے ساتھ ہے اور آپ کا محافظ ہو، میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں''۔

بعد میں ایک دفعہ جب احمدی معززین پر حملہ کی خبر

پاکر مَیں حویلی لکھا پہنچا تو بس پر سے اُترتے ہی مجھے ایک جلوس نے گھیر لیا اور چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ اس کی تکا بوٹی کردو جنت تمہاری ہے۔ مَیں اپنا یہ آخری وقت جان کر کلمۂ شہادت پڑھنے اور درود شریف کا ورد کرنے لگا۔ اُدھر جنت کے امیدواروں نے چاروں طرف سے سنگ باری شروع کردی۔ عین اُس وقت میرے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ اے اللہ! تیرے سوا میرا کون ہے۔ آج موت کے منہ سے نکال کر اپنے قادر اور محیی ہونے کا نشان دکھا۔

یہ الفاظ ابھی میری زبان پر آئے ہی تھے کہ ایک جھٹکے کے ساتھ کسی غیر مرئی چیز نے مجھے اٹھا کر ایک تانگے پر پھینک دیا۔ مجھے اب تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ تانگہ اُس وقت کہاں سے اور کیسے نمودار ہوا تھا۔ لیکن میرے بیٹھتے ہی وہ سرپٹ دوڑتا اور جلوس کو چیرتا ہوا چلتا چلا گیا۔ اُدھر ہر طرف چیخ چنگھاڑ ہونے لگی۔ مجھے لگا کہ میری وہ موت جو جیالوں کے لئے جنت کے دروازے کھولنے کا اعلان کرچکی تھی اب گھوڑے کے سموں تلے کچلی جارہی ہے۔ تانگہ بان نے آن کی آن میں مجھے مکرم میاں محمد جہانگیر خان وٹو صاحب (والد میاں منظور احمد وٹو صاحب) کے گھر پہنچا دیا۔ مَیں نے تانگہ بان کو پیسے دینا چاہے تو اُس نے لینے سے انکار کیا۔ مَیں نے اُس کا نام و پتہ پوچھا تو کہنے لگا کہ میرا کوئی نام و پتہ نہیں، جو کام میرے سپرد تھا وہ مَیں نے کردیا ہے۔ بعد میں وہ شخص کبھی بھی نظر نہیں آیا۔ نیز وہاں پہنچ کر مجھے اطمینان ہوا کہ جن دوستوں کو بچانے کی کوشش کرنے مَیں حویلی لکھا گیا تھا وہ اپنی فیملیوں کے ساتھ وہاں موجود تھے۔

☆ مکرم مولانا عبدالوہاب شاہد صاحب کا بیان کردہ ہی یہ واقعہ بھی ہے کہ جنوری 1991ء میں خاکسار محترم سید احمد علی شاہ صاحب (ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد مقامی) کے ہمراہ صوبہ سندھ میں ضلع نوابشاہ اور ضلع سکھر کی جماعتوں کے سالانہ جلسوں میں بطور مرکزی نمائندہ شریک تھا۔ ان ضلعی جلسوں کے علاوہ صدر جماعت مسن باڈہ (لاڑکانہ) مکرم ہدایت اللہ صاحب نے بھی اپنے ہاں ایک جلسہ کا پروگرام رکھ لیا۔ چنانچہ ہم 9 جنوری کو وہاں پہنچ گئے۔ جلسہ کا پروگرام نماز مغرب و عشاء کے بعد شروع ہونا تھا مگر عشاء کی نماز سے فارغ ہوتے ہی یکدم شور پڑ گیا کہ ڈاکو آگئے ہیں۔ اس پر مسجد کے سارے دروازے بند کردیئے گئے صرف مستورات کے حصہ میں ایک عقبی دروازہ کھلا رکھا گیا تاکہ احباب اس میں سے نکل کر محفوظ جگہوں میں چلے جائیں۔

یہ مسلح ڈاکو لوٹنے کی بجائے لوگوں کو یرغمال بنا کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور پھر بھاری تاوان وصول کرکے چھوڑتے ہیں۔ چنانچہ موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے ہر کوئی اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا۔ مَیں نے بھی سوچا کہ ہم بھی نکل کر کسی محفوظ جگہ پر چلے جائیں مگر جب مَیں نے مکرم مولانا سید احمد علی شاہ صاحب کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ اپنی پگڑی محراب میں رکھ کر پچھلی صف میں سر پر مفلر باندھے نماز میں مصروف ہیں۔ اس پر میری توجہ بھی اللہ تعالیٰ کے پاک کلام ومن دخلہٗ کان امنا کی طرف مبذول ہوئی اور مَیں نے بھی دل میں یقین کرلیا کہ باہر جانے سے نہیں بلکہ خدا کے گھر کے اندر رہتے ہوئے ہی ہماری حفاظت ہوگی چنانچہ مَیں نے بھی نماز پڑھنی شروع کردی۔

ڈاکوؤں نے جب مسجد کے دروازے بند دیکھے تو وہ مسجد کا ایک دروازہ توڑ کر اندر آگئے۔ ہم دونوں اُس وقت سجدہ کی حالت میں تھے۔ اس پر دو ڈاکوؤں نے ہمیں گھسیٹنا شروع کردیا، مگر ہم نے دیکھا کہ جتنا زور وہ ہمیں سجدہ سے اٹھانے میں لگا رہے تھے اُس سے کئی گُنا زیادہ زور کے ساتھ کوئی غیبی طاقت ہمیں سجدہ گاہ سے چمٹائے رکھ رہی تھی۔ جب کافی کھینچا تانی کے باوجود وہ ڈاکو ہمیں اٹھا کر لے جانہ سکے تو ناکام ہوکر مسجد سے باہر نکل گئے اور باہر سے صدر جماعت کے بیٹے عزیزم فرحت اللہ کو پکڑ لیا اور پھر فائرنگ کرتے ہوئے اُسے ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں روپوش ہوگئے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے فرحت اللہ کو بھی ڈاکوؤں کے چنگل سے آزاد کرانے کے سامان پیدا فرمادیئے۔

☆ مکرم ٹھیکیدار غلام رسول صاحب بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر ہمارا تبلیغی گروپ مکیریاں ضلع ہوشیار پور پہنچا تو ایک دن ہمارے امیر وفد سید محمد حسین شاہ صاحب نے ہمیں موضع بھنگالہ رائے جانے کے لئے کہا۔ چنانچہ ہم دو افراد روانہ ہوگئے۔ بھنگالہ رائے کے قریب پہنچ کر ہمیں کسی نے بتایا کہ "کل اُسی جگہ تمہارے امیر کو لوگوں نے مارا ہے اور اُن کے منہ پر گند ملا ہے......"۔ یہ بات سُن کر ہم واپس آنے کی بجائے سیدھے وہاں کے رئیس جو رائے صاحب کہلاتے تھے، اُن کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ وہ سامنے ہی اپنی کرسی پر بیٹھا تھا۔ ہم نے اندر داخل ہوتے ہی السلام علیکم کہا جس کا اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہم نے کہا کہ ہم کوئی سوال کرنے نہیں آئے، ایک پیغام لے کر آئے ہیں اور اگر دو منٹ ہماری بات سن لیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ ہماری اتنی سی بات پر اُس نے غصہ سے ہمیں نکل جانے کو کہا اور پھر ایک نوکر کو آواز دی کہ ان کو دھکے دے کر یہاں سے نکال دو۔ اس پر اُس کا ایک نوکر ہمارے پاس آیا کہنے لگا کہ میاں صاحب! یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم اُس نوکر سے بات کرہی رہے تھے کہ رائے صاحب نے نوکر کو گالی دے کر کہا کہ اگر یہ نہیں نکلتے تو اِن پر شکاری کتے چھوڑ دو۔ نوکر جو اپنے مالک کے تیور دیکھ چکا تھا، اندر گیا اور کتوں کو چھوڑ دیا۔ کتے ہمارے قریب آئے اور کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے ہماری طرف دیکھا تک نہیں۔ تب مَیں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہمارا کام ہوگیا ہے، اب ہم واپس چلتے ہیں۔

شام کو واپس مرکز پہنچے اور اپنی رپورٹ لکھوائی تو امیر وفد شاہ صاحب سے پوچھا کہ سُنا ہے کہ آپ کو لوگوں نے کل وہاں مارا بھی ہے لیکن آپ نے پھر آج صبح ہمیں وہاں بھیج دیا۔ اس پر شاہ صاحب نے جواب دیا: مَیں نے اسی لئے تو آپ کو وہاں بھیجا تھا کہ آپ بھی اتنے بڑے ثواب سے محروم نہ رہیں۔

چونکہ ہماری رپورٹیں ساتھ کے ساتھ قادیان پہنچ رہی تھیں۔ چنانچہ جب ہم وقف کا عرصہ پورا کرکے واپس قادیان آئے تو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے مجھے خاص طور پر قصر خلافت میں بلاکر یہ واقعہ زبانی سنا۔ پھر اپنی خوشنودی کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔

......☆......☆......☆......☆......

اس کالم کی زینت بنائے جانے والے یہ چند ایمان افروز واقعات محض نمونۃً پیش کئے گئے ہیں ورنہ حقیقت یہی ہے کہ "درویشانِ احمدیت" کے سلسلہ کی ہر کتاب ایسے ہی بے شمار واقعات سے بھری ہوئی ہے اور ہر ایک کتاب کا مطالعہ کرتے ہی قاری اس سلسلہ کی کسی دوسری کتاب کی تلاش میں سرگرداں ہوجاتا ہے اور یہ تسلسل جاری ہی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شاندار قلمی کاوش کو مومنین کے ازدیادِ ایمان اور غیروں کے لئے ہدایت کا باعث بنائے۔

نوٹ: اگر آپ بھی اپنی کسی پسندیدہ کتاب کا تعارف "انصار ڈائجسٹ" کی زینت بنانے کے خواہشمند ہیں تو براہ کرم درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں:
07947408144